ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

دُعا ہر کامیابی کی کلید

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے۔ اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھریوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے۔ اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم، رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور وغوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔

دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارقِ عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنے صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں۔ مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ گویا وہ اور خدا ہے۔ حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔

(''اسلام'' لیکچر سیالکوٹ صفحہ نمبر 27-26)

اداریہ

معاشرے میں انصاف اور مساوات کے تقاضے

اسلام ایک معقول اور فطری مذہب ہے۔اس میں ہر طبقہ انسانی کے متعلق واضح احکامات موجود ہیں جو نہ صرف دلیل رکھتے ہیں بلکہ ہر عقل سلیم رکھنے والا نفس ان کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے تمام کمزور طبقات انسانی کی دادرسی کے طریق اور اس کے لئے بار بار تاکید کی ہے۔ان کمزور طبقات میں سے ایک طبقہ نسواں کا بھی تھا۔اسلام سے پہلے عورتیں انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھیں۔دنیا کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو ایک صدی پہلے تک مہذب کہلانے والی اقوام بھی عورتوں کو کچھ بھی حیثیت دینے کے لئے تیار نہ تھیں۔اسلام سے پہلے کے حالات تو انتہائی ناگفتہ بہ تھے۔عورت جائیداد کا ایک حصہ سمجھی جاتی تھی۔باپ،خاوند یا بیٹے کے احکام کی بجا آوری ہی اس کی زندگی کا مقصد تھا۔لیکن اسلام نے عورت کو پندرہ سو سال پیشتر ہی معاشرے میں ایک باعزت مقام دیا اور اس کے حقوق کا تعین کیا۔یہاں تک کہ روحانی میدان میں بھی عورتیں کسی طور مردوں سے کم نہیں رہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''جو کوئی بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو اللہ اسے پاک زندگی سے نوازے گا اور ان کو ان کے نیک اور اچھے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا''(97:16)

دینِ حق حقوق کے لحاظ سے مرد و عورت کی مساوات کو قبول کرتا ہے۔اسلام عورتوں اور مردوں کی قدرتی ساخت کو تسلیم کرتا ہے۔عورتوں میں بچوں کو پیدا کرنے اور ان کی نگہداشت کی قابلیت کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ اس کے لئے مردوں پر فرائض عائد کرتا ہے۔اسلام عورت اور مرد کو معاشرہ میں خصوصی ذمہ داریوں کے لحاظ سے اپنی اپنی جگہ اہمیت دیتا ہے۔اس نقطہ نگاہ سے قرآن شریف فرماتا ہے۔''اور اس کی آرزو مت کرو جس سے اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے مردوں کا حصہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کا حصہ ہے جو وہ کمائیں اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو۔اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے''(4:32)۔اسی طرح قرآن مجید میں آتا ہے:''ان (عورتوں) کے لئے پسندیدہ طور پر حقوق ہیں جیسے ان (مردوں) پر حقوق ہیں (228:2)۔اسلام کے مطابق جو روحانی درجات مرد حاصل کرسکتا ہے وہی عورتیں بھی حاصل کرسکتی ہیں۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صدق دکھانے والے مرد اور صدق دکھانے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی مرد اور بہت یاد کرنے والی عورتیں ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے''(35:33) یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ عورتیں انسان ہونے کی حیثیت سے مردوں کے برابر ہیں اور دونوں روحانی طور پر ترقیات کے زینے طے کرسکتے ہیں۔عورتوں کی روحانی ترقی کی کئی ایک مثالیں قرآن مجید میں درج ہیں جن سے خدا ہمکلام ہوا۔انصاف کا تقاضا ہے کہ مرد اور عورت اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر اسلام کے عاید کردہ اخلاقی اور سماجی ذمہ داریوں کو ادا کریں تا کہ کسی کے حد سے بڑھنے سے معاشرہ خرابی کا شکار نہ ہو جائے۔(م۔ح۔د)

☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع ''سالانہ دعائیہ'' مورخہ 28-12-2017 بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کا حکم دیا، اس کی ماں نے اسے تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور اسے تکلیف سے جنا اور اس کا حمل میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے تک ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی قوت کو پہنچتا ہے اور چالیس سال تک پہنچتا ہے کہتا ہے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو دی اور کہ میں نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری اولاد کی اصلاح کر میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔'' (سورۃ الاحقاف 46 آیت 15)

الاحقاف کا مطلب ریت کا ٹیلہ ہے، جس کا ترجمہ انگریزی میں The Sandhills کیا گیا ہے اور یہ نام الاحقاف عاد کی قوم کا حضرت ہودؑ کے جھٹلانے کے بعد جو عذاب آیا اور یہ لوگ اس علاقہ میں رہتے تھے جہاں پر ریت کے ٹیلے کثرت سے تھے اور جب تیز ہوائیں چلیں تو اس کی وجہ سے وہ لوگ ریت کے نیچے دب کر تباہ ہو گئے۔

قرآن کریم میں چالیس سال کی عمر کے ذکر کی اہمیت

یہ قرآن کریم کی واحد سورۃ ہے جس میں کسی عمر کا ذکر کیا گیا ہے یعنی ''جب انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے'' تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پُرحکمت کتاب میں چالیس سال کو خاص طور پر بیان کیوں کیا گیا؟ اس کے جواب کی طرف جب میں نے دھیان کیا تو اس کی اہمیت مجھے تب سمجھ آئی جب میری ملاقات ایک فرد سے ہوئی اور اُس نے اپنے پوتے سے تعارف کرایا اور اپنے چالیس سالہ بیٹے سے بھی۔ چالیس سال ایسی عمر ہوتی ہے جس میں اکثر لوگوں کے والدین بھی زندہ ہوتے ہیں اور اُن کی اپنی اولادیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں اور اس لئے یہ دعا نہایت موزوں ہے جس میں ایک شخص کی چالیس سال کی عمر کا ذکر ہے اور پھر اسی آیت میں وہ اپنے والدین، اولاد اور اپنے لئے بھی دعا کرتا ہے۔ **قرآن میں کچھ آیات مثلاً اھدنا الصراط المستقیم اجتمائی ہیں اور کچھ انفرادی مثلاً رب زدنی علما جس دُعا سے یہاں تمام بچے بھی واقف ہیں۔** جس آیت کی تلاوت کی گئی ہے وہ بھی ایک نہایت عمدہ انفرادی دعاؤں میں سے ہے۔ اس دعا کے ذریعہ انسان تین نسلوں کو شامل کر کے دعا کرتا ہے۔ چالیس سال کی عمر میں جسمانی اور روحانی لحاظ سے انسان پختہ حالت پا چکا ہوتا ہے۔ چالیس سال تک کہا جاتا ہے کہ جس نے جو پانا ہوتا ہے اس کی بنیاد پڑ چکی ہوتی ہے۔ اگر اس نے تب بھی وہ نہیں پایا تو غالباً اس سے آگے کم ہی کچھ حاصل کر پائے گا۔ اگر اس نے تب تک کچھ حاصل کر لیا تو وہ دنیاوی لحاظ سے بہتری کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ بعد میں بڑھاپا اور زوال بھی آنا ہے۔ اگر روحانی نظریہ سے اس کو دیکھا جائے تو چالیس ایک روحانی پختگی (Spirtual Maturity) کی عمر ہوتی ہے۔ **ہمارے رسول کریم صلعم جو آخری نبی تھے اور اُن کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔ اُن کو بھی اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی۔** اسی طرح گوتم بدھ اور اکثر لوگ جن کو دین کا رہنما بنا کر بھیجا اکثر کو چالیس سال کی عمر میں وہ فریضہ عطا ہوا۔ **اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس عمر سے پہلے انسان جب غلطیاں کرتا ہے تو کہہ سکتے**

ہیں کہ یہ غلطی کم عمری میں سرزد ہوگئی۔ لیکن چالیس سال کے بعد اللہ کی ناراضگی زیادہ ممکن ہے کیونکہ اب اُس کی سوجھ بوجھ پختہ ہو چکی ہوتی ہے۔

غلطیاں ہر انسان کرتا ہے اور وفات تک کرتا چلا جاتا ہے۔ توبہ کا دروازہ اللہ نے کھلا رکھا ہوا ہے اور وہ معاف کرنا پسند فرماتا ہے۔ جسمانی پختگی کے متعلق (Shakespeare) شیکسپئر انگریز ادیب نے سو سال پہلے لکھا کہ **''ہم چالیس سال تک پختگی، پختگی اور پختگی کی طرف اور پھر اس کے بعد زوال، زوال اور زوال کی طرف جا رہے ہوتے ہیں''۔** یہ پتھر پر لکیر نہ سمجھیں کیونکہ یہ یوں نہیں کہ چالیسویں سالگرہ کے بعد جسم زوال پذیر ہو جائے گا۔ **اس کے برعکس روح کی ترقی عمر کے ساتھ بڑھتی رہتی ہے۔ بشرطیکہ انسان اُس کی نشوونما کی طرف توجہ دے۔ جتنا آپ کسی چیز پر ایمان لا کر اس پر چلتے جائیں اتنی ہی وہ ترقی آپ کو حاصل ہونے لگ جاتی ہے۔**

کچھ مہینے پہلے میں انگلینڈ گیا تو وہاں خبریں سن رہا تھا جن میں بتایا گیا کہ'' ایک آدمی ساٹھ سال کا ہو گیا تھا اور اس نے ساٹھ دن پہلے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنی سالگرہ آنے تک ساٹھ کتابیں پڑھے گا اور اس دن اس کے ارادہ کی کامیابی کی خبر سنائی جا رہی تھی۔ اس لئے یہ نہ سمجھا جائے کہ چالیس سال کی عمر میں ذہن اور جسم کی طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں رہی۔

مولانا رومیؒ نے ایک مثال دی اور اس مثال میں انہوں نے ایک انسان کا قصہ بتایا کہ وہ سارا دن محنت کرتا تھا، کچھ اناج جمع ہوتا تو ایک بوری میں ڈال کر گھر لاتا اور پھر اس کو جا کر اپنے کمرے میں رکھ دیتا، صبح آتا تو اس میں ایک سوراخ ہوتا اور رات کو چوہے آکر اس کا اناج کھا جاتے لیکن اس نے ایک تدبیر کی کہ وہ اناج جمع بھی ہو گیا اور بڑھ بھی گیا۔ اس نے اپنی اناج والی بوری کو اونچی جگہ چوہوں سے محفوظ رکھا اور اناج بڑھتا گیا۔ یہ مثال اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ چوہا اصل میں شیطان ہے۔ اناج ہمارے اچھے اعمال ہیں جن کو ضائع ہونے سے ہمیں شیطان سے بچانا ہے۔ وہ ہماری کمائی ہوئی نیکیوں کا دشمن ہے۔ تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور شیطان کے حملے سے اپنی جانوں کو بچائے رکھیں۔ مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ جو چالیس سال کا ہو جائے اور پھر بھی اس میں روحانیت نہ آئے تو وہ سوچے کہ کہیں نہ کہیں کوئی چوہا اس کی بوری کاٹ رہا ہے۔

حضرت مسیح موعودؒ کا نفس مطمئنہ پا جانے کے متعلق عمدہ نصیحت

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زماں اور مسیح موعودؒ نے نفس مطمئنہ کے بارے میں فرمایا کہ جب تک آپ نفس مطمئنہ کو پا نہ جاؤ۔ آپ کے پیچھے شیطان لگا رہتا ہے اور آپ اگر اس منزل تک پہنچ جاؤ اور دروازے میں داخل ہونے ہی والے ہو تو بھی شیطان آپ کو آ کر پکڑ لے تو وہ آپ کے سارے اعمال ضائع کر دیتا ہے۔ اس لئے جب تک آپ وہاں داخل نہ ہوں یعنی نفس مطمئنہ پا نہ جاؤ۔ اور وہ مقام حاصل نہ ہو جائے جب گناہ کا خیال تک دل میں نہ آئے۔ آپ اس کی حفاظت میں لگے رہیں۔ اُس وقت تک اور اس کے بعد بھی جب تک وہ آپ کی زندگی کا حصہ نہ بن جائے آپ اس کی حفاظت میں لگے رہیں۔

اس آیت میں جہاں بچوں کی توجہ والدین کے حقوق کی طرف دلائی گئی ہے۔ وہاں پر والدین کی توجہ اولاد کی نگہداشت اور اصلاح کی طرف بھی مبذول کروائی گئی ہے۔ اس لئے والدین چاہے جتنے عمر رسیدہ ہو جائیں اور ان کی اولاد عمر میں جتنی بھی بڑی ہو جائے۔ والدین کے ہوتے ہوئے وہ ان کی رہنمائی کی محتاج ہوتی ہے۔ اور جوان کی اپنی اولادیں ہوتی ہیں ان کی نشوونما بھی ان کے والدین اور دادا، دادی اور باقی بزرگوں کے ذمہ آتی ہے۔ یہ ایک اصول ہے۔ **اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا ہے کہ'' والدین کے ساتھ احسان**

کرو' احسان اور عدل اور ایتا ی ذی القربی کا ذکر حضرت صاحب کی کتابوں میں کثرت سے آتا ہے۔ عدل صرف توازن کا قائم کرنا ہے۔ جیسے عدالتوں میں ترازو لگا ہوتا ہے کہ جتنی سزا ملنی ہے اتنی دے دو اس سے زیادہ نہ دو لیکن احسان اگلا درجہ ہے، احسان کا مطلب ہے جس نے اچھائی کی اس اچھائی کے بدلے میں زیادہ دیا جائے **اور والدین کے ساتھ احسان کیا جائے نہ کہ بدلہ دیا جائے۔ کیونکہ والدین کی نیکیوں کا بدلہ کوئی چکا ہی نہیں سکتا۔ اس لئے قرآن اس بارے میں وضاحت میں جاتا ہے کہ اس کی ماں نے اسے تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور اسے تکلیف سے جنا اور اس کا حمل میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے تک ہے۔ یوں ماں کا ایک بہت بڑا مقام بنتا ہے۔** میں بھی اس وقت آج کی تاریخ میں تین ماہ کی بچی کا دادا ہوں اور میں صبح شام رات گئے بچی جب دودھ کے لئے روتی ہے تو میں محسوس کرتا ہوں **اور میں کہتا ہوں کہ ماؤں پر آفرین ہے کہ وہ کس صبر سے اپنی اولاد کو پالتی ہیں۔** ہم سب ان مراحل سے گزرے ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ماں کا کتنا بڑا رتبہ ہے کہ نہ نیند کا خیال اور نہ کھانے پینے کا خیال۔ والد کے اپنے فرائض ہیں وہ بھی رات دن محنت مشقت کرتا ہے تا کہ بچوں پر کوئی تکلیف نہ آئے۔

اولاد کی اصلاح اور اصلاح کا مفہوم

والدین کے ذمہ اولاد کی اصلاح رکھی ہے اور وہ اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے اس دعا میں شامل کر دیا ہے کہ **"اور میرے لئے میری اولاد کی اصلاح کر"** میں نہیں کر سکتا میں تجھ پر چھوڑتا ہوں تو ہی ان کی اصلاح کرنے والا ہے۔ **اصلاح۔ص۔ل۔ح سے نکلتا ہے جس کا مطلب ہے کہ ایسا کام کرنا جس سے دوسرے کی خرابی نفس یا کمی دور ہو جائے۔** کسی میں کوئی خرابی ہو یا کوئی کمی ہو یہ والدین دعا کرتے ہیں کہ اس کو ایسی ہدایت اللہ دے دے کہ اس میں جو بھی کمی ہے وہ دُور ہو جائے اور پھر اس چیز کو جس طریق پر ہونا چاہیے۔ اس حالت میں ہو جائے۔ جیسے کہتے ہیں دو آدمی لڑ رہے تھے ہم نے صلح کروا دی یعنی وہ پہلے والے حالات پر واپس آ گئے ہیں۔ اس لئے بچوں کی تربیت ہمارا فرض ہے۔ اس کی طرف میں آپ سب کی توجہ دلاتا ہوں۔ یہ تربیت محدود نہیں ہے کہ ہم نے اس کو انجینئر بنانا ہے، ڈاکٹر بنانا ہے بس ہم نے اپنا رول ادا کر دیا۔ **حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ دنیا کی ہر تعلیم حاصل کرو لیکن اس کی وجہ سے اپنے دین کی خدمت کا جذبہ رکھو۔ یہ ہمارا ایک بہت بڑا فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد کی اصلاح کرتے رہیں اور یہ دعا مانگتے رہیں کہ یہ اصلاح کرنی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ ممکن بنائے** کیونکہ ایک انگریزی کی کہاوت ہے کہ:

The duty of an apple is to ensure that an apple trees grow out of it

اس سیب کے ذمے لگایا ہے کہ وہ ممکن بنائے کہ اُس کے ذریعہ اور سیب کے درخت اُگیں۔

ہمارے پاس بھی ایک بہت بڑا پھل اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے اور یہ ہمارے بزرگوں نے مسیح الزماں کو پہچانا اس کی وجہ سے عطا ہوا۔ اس سیب کی طرح ہماری ذمہ داری بن جاتی ہے کہ اس پھل کو ہم نے دوبارہ اُگانا ہے اور جو ہماری ایک ایک کر کے نسل ضائع ہو رہی ہے۔ اس کی طرف ہم توجہ کریں کہ وہ ضائع نہ ہو۔ میرے نزدیک اس کے ضائع ہونے کی اہم وجہ دنیاداری کے تقاضے اور جماعت سے باہر شادیوں کا سلسلہ ہے۔

اللہ کی نعمتیں کیا ہیں

جو احسان بچوں نے والدین پر کرنا ہے وہ بچے نہ بھولیں اور عمل کریں تا کہ اس جماعت کی قوت قائم رہے اور یہ دعا کریں کہ **"میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری رحمت کا شکر کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں**

باپ کو دی۔" کیا ہمارے نزدیک یہی نعمت ہے کہ ہمارے پاس اچھا گھر ہو؟ اچھا بینک بیلنس ہو؟ اچھی گاڑی ہو؟ ہمیں صرف دنیا کی ان نعمتوں پر ہی خوش نہیں ہونا چاہیے۔ **ہم اُس کی نعمتوں میں یہ نہ بھولیں کہ اللہ نے سب سے بڑی نعمت جو ہمیں دی ہے وہ اسلام اور مسیح الزمان کی پہچان ہے۔ ہم واحد جماعت ہیں جو اصل میں ختم نبوت کو پہچانتی ہے۔ نہ ہم کہتے ہیں پچھلے نبی عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور نہ ہم کہتے ہیں کہ آگے کوئی نبی آئے گا۔** یہ ہم پر احسان ہے اور اس احسان کو ہم ضرور ادا کریں اور شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں اور ہمارے ماں باپ کو یہ نعمت عطا کی۔ وہ خوش قسمت ہوتا ہے جو خود فیصلہ کرتا ہے کہ میں اس جماعت میں آتا ہوں کیونکہ یہ درست ہے۔ اب ایمان مل بھی جائے لیکن نیک عمل ساتھ نہ ہو تو فائدہ تو کوئی نہ ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک خوابوں، رؤیا کا مقام

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ خوابوں، کشف اور رویا کے پیچھے نہ پڑو، یہ تو ایک بدکار عورت کو بھی سچی خواب آسکتی ہے۔ آپ نے اگر ایک دعا کے پیچھے پڑنا ہے وہ ایک دعا ہوگی کہ "یا اللہ تو مجھ سے راضی ہو"۔ میرے خیال میں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ میں اس معیار میں آجاؤں جہاں میں صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ کے نمونہ پر چل سکوں۔ جس کے بارے میں سورۃ الجمعہ کا مفہوم ہے کہ **ایک اور قوم آئے گی جو صحابہ کرامؓ کی طرح ہوگی صرف جماعت میں شامل ہونے سے اولیاء اللہ کا نمونہ نہیں حاصل ہوتا بلکہ اُن کے عمل کے طرح عمل کر کے آپ یہ حاصل کرتے ہیں۔ ہم اپنے بچوں کے لئے نمونہ ہیں وہ ہماری تقلید کرتے ہیں کہ والدین یوں کہہ رہے ہیں یا یوں کرتے ہیں۔ اس لئے اگر ہم نے نمونہ بننا ہے تو ہم نے پہلے وہ نمونہ اپنے اندر پیدا کرنا ہے تاکہ وہ ٹھوکر نہ کھا جائیں۔** ہم بچوں کو نماز پر نہیں کھڑا کر سکتے اگر ہم خود نماز نہ پڑھیں۔ **جو اچھائی ہم اپنی اولاد میں چاہتے ہیں اس سے پہلے اُس اچھائی پر ہم خود عمل پیرا ہوں۔ اگر کسی جماعت میں کمزوری آتی ہے تو وہ اسی لئے آتی ہے کہ جب وہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کو احمدی بھی کہتے ہیں اور کر کیا کر رہے ہیں۔**

چیونٹیوں میں جماعت بندی کا سبق ہے

صبح کے درس میں جناب شاہد عزیز صاحب نے چیونٹی کا قرآن میں ذکر اور جدید سائنس کے حوالہ سے اس پر روشنی ڈالی۔ اتفاق کی بات ہے کہ میں جب درس کے بعد گھر گیا تو میں نے فرانسیسی کی کتاب جس کا آج کل میں مطالعہ کر رہا ہوں اس میں سر جان لبک (Sir John Labak) جو انگریز بینکر اور سیاست دان تھے۔ انہوں نے اس میں لکھا ہے کہ چیونٹیوں کے جھنڈ میں پانچ پانچ ہزار چیونٹیاں پائی جاتی ہیں اور کبھی ایک ہی جھنڈ کی چونٹی کسی دوسری چیونٹی سے لڑتی نہیں پائی گئی۔ سب کام کرتے ہیں، کوئی چونٹی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں الجھتی۔ ہم بھی اپنے آپ کو دیکھیں کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ لڑ رہے ہیں یا نہیں لڑ رہے۔ قرآن میں جانوروں کی مثالیں اسی لئے دی جاتی ہیں کہ ہم ان سے سیکھیں۔

سر جان لبک نے ایک تجربہ کیا جس کے متعلق انہوں نے لکھا کہ ایک کالونی کی چیونٹیوں کو اٹھا کر دوسرے کالونی میں ڈال دیا تو پہلے والی چیونٹیوں نے ان کو دھکے دے دے کر نکال دیا۔ اور دوسرا تجربہ جو انہوں نے کیا کہ ایک ہی کالونی کو توڑ کر کچھ کو ایک ڈبے میں رکھ دیا اور کچھ کو دوسرے میں اور ایک سال نو مہینے وہ علیحدہ رہیں لیکن جب ان چیونٹیوں کو دوبارہ اُس کالونی میں ڈال دیا تو باقیوں نے خوشی منائی اور ان کے ساتھ واپس شامل ہو گئیں اور وہ لکھتے ہیں کہ لومڑی یا کتا زخمی ہو جائے تو اس کے ساتھ والے اس کو کھانے لگ جاتے ہیں لیکن کبھی کسی چیونٹی نے دوسری چیونٹی کو کھایا نہیں۔ ایک چیونٹی کی مثال دی کہ اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور وہ چل نہیں پاتی تھی۔ تین ماہ تک باقی چیونٹیوں نے اپنی ذمہ داری لگا دی کہ وہ آ کر اس کو کھانا کھلایا کرتیں۔ یہ کتاب جس میں یہ

تحقیق ہے وہ 1901ء میں چھپی۔ایک سو سال سے زیادہ وہ عرصہ پہلے اس کتاب میں یہ کہانی چھپی تھی اور اتفاق کی بات ہے کہ آج کے درس میں بھی چیونٹیوں کا ذکر تھا اور اس میں بہت بڑا اسبق ہے کہ جب کوئی آپ میں کمزور ہو تو اس کا خیال کریں اسی کو جماعت بندی کہتے ہیں۔قرآن کی مثالوں پر ہمیں غور کرنا چاہیے تا کہ کسی مثال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم ترقی کر سکیں۔

دعا

اللہ تعالیٰ سے ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں قرآن کی تعلیم پر عمل کرنے والا بنائے اور ہمیں بھی اپنے جماعت کے بزرگوں کی طرح و آخرین منھم کے مصداق بنائے۔ہمیں بھی تقویٰ کی راہوں میں چلنے میں استقامت اور ہمت عطا فرمائے۔اللہ ہماری جماعت کی حفاظت فرمائے اور ہمیں اسلام کے فروغ میں اپنا کردار بغیر روک ٹوک کے ادا کرنے میں مدد فرمائے۔اللہ ہماری ذاتی، جماعتی اور قومی مسائل کو دُور فرمائے۔اللہ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے۔ہمارے ایک ایک گھر، ایک ایک بچے کی حفاظت فرمائے، اس ملک میں اللہ امن لے آئے۔اللہ بیماروں کو شفا عطا فرمائے۔ضرورت مندوں کو ان کی ضروریات عطا فرمائے اور بے اولادوں کو اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمائے۔طالب علموں کو کامیابی، دُکھیوں کو سکھ عطا فرمائے۔اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھائے اور ہمیں گمراہی اور غضب کی راہوں سے محفوظ رکھے۔اللہ ہمارے تمام گناہ بخش دے۔اللہ ان سب کو جو آج کے دعائیہ میں نہیں بلکہ اپنے رب کے ہاں موجود ہیں ان سب کو اونچے مقامات عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

حضرت مسیح موعودؒ کا عقیدہ اور جماعت کو نصیحت

''اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں۔اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں، غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔''جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔'' (ایام الصلح ص ۸۶۔۸۷)

قرآن مجید میں انبیاءؑ کے حالات

اِن کے ذکر میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے(12:111)

حضرت امیر مولانا محمد علیؒ مرحوم ومغفور

مسیحی معترضین کو قرآنی تذکروں کے بارے میں ایک سخت غلطی لگی ہے۔ ان تذکروں کے متعلق قرآن شریف انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں اور اسی قسم کے اور الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور نیز ان کو آیات یعنی نشان کہہ کر پکارتا ہے۔ مسیحی صاحبان نے انہی الفاظ کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ قرآن شریف میں گذشتہ انبیاءؑ اور گذشتہ اقوام کے حالات کو اس لئے انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں کہہ کر پکارا گیا ہے تا اس سے یہ ظاہر ہو کہ ان حالات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے خبر نہ تھی۔ اور آپ کا ان غیر معلوم قصوں کو بیان کرنا گویا غیب کی باتوں کا بیان کرنا تھا۔ اور اس بات کا ایک ثبوت تھا کہ یہ سب باتیں آپ کو بذریعہ وحی بتلائی گئی ہیں۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ جس تفصیل کے ساتھ یہ حالات قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں، آپ کو پہلے ان تفاصیل کی خبر نہ تھی۔ اور نہ آپ نے یہ تفاصیل کسی یہودی، مسیحی یا مجوسی سے حاصل کیں۔ بلکہ جو کچھ آپ نے بیان کیا خدا تعالیٰ سے الہام پا کر بیان کیا اور اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف خالص وحی الٰہی کے پاک سرچشمہ سے نکلا ہوا ہے۔ مگر جب قرآن شریف ان حالات کو انباء الغیب اور آیات کہہ کر پکارتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ یہ قصے پہلے آنحضرتؐ کو معلوم نہ تھے، اس لئے یہ غیب کی خبریں ہیں۔ اور آپ کا ان قصوں کو بیان کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے نبی ہیں۔ خدا تعالیٰ کہیں بھی یہ نہیں فرماتا کہ اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس لئے سچا نبی سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایسی ایسی کہانیاں سناتا ہے جن کا اس کو پہلے علم نہ تھا۔ بیشک قرآن مجید ان حالات کو، جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، آیات کہتا ہے۔ مگر جو شخص اس سے یہ خیال کرے کہ ان حالات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے علم نہ تھا۔ اس لئے یہ حالات آپؐ کی نبوت کی آیات نہیں، وہ قرآن شریف کے مطالب سے بے خبر ہے۔ راڈویل مترجم قرآن سورہ یوسف کا ترجمہ کرتے ہوئے اپنے ایک نوٹ میں لکھتا ہے کہ ''میور کا خیال ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس زمانہ میں یقیناً عمداً دھوکا دینا شروع کر دیا تھا۔ یہ ظاہر کر کے کہ یہ واقعات مجھے خدا کی طرف سے بذریعہ وحی معلوم ہوتے ہیں''۔ مسیحی معترضین کو شرم نہیں آتی کہ کتنی جلدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوکا دینے کا الزام لگاتے ہیں۔ عربی میں یہ مثال کیسی سچی ہے کہ المرء یقیس علی نفسہ ہر ایک شخص اپنے نفس پر دوسروں کو بھی قیاس کرتا ہے۔ اگر ایک شخص خود اپنے لئے دوسرے کو فریب ودھوکا دینا جائز سمجھتا ہے تو دوسروں کی نسبت بھی ایسی ہی رائے رکھتا ہے۔ مگر جو شریف انسان ہوتا ہے وہ دوسرے شریف لوگوں کے بارے میں بُری رائے قائم نہیں کرتا۔ مسیحی معترضین بڑے عقلمند ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ مگر جب اسلام پر نکتہ چینی کرنے کا وقت آتا ہے تو معلوم نہیں کیوں ان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اس بات کے سمجھنے کے لئے، کہ قرآن مجید گذشتہ اُمتوں اور نبیوں کے حالات کو کیوں آیات قرار دیتا ہے، کسی بڑے فکر اور تدبر کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان حالات کو بطور پیشگوئیوں کے بیان کرتا ہے اور اسی لئے ان کا نام آیات رکھتا ہے۔

یہ امر، کہ خدا تعالیٰ کس غرض سے گذشتہ امتوں اور ان کے نبیوں کے حالات قرآن شریف میں بیان کرتا ہے، مندرجہ ذیل آیات قرآنی سے ہویدا ہے:

ترجمہ: اورنہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے مگر مرد کہ وحی بھیجی تھی ہم نے ان کی طرف بستیوں کے رہنے والوں میں سے۔کیا انہوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلی امتوں کا کیسا انجام ہوا اور آخرت کا گھر متقیوں کے لئے اور بھی بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے،اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا (ایسی حالت میں) ان کے پاس ہماری مدد پہنچی۔پس جس کو ہم چاہتے تھے نجات دی گئی اور ہمارا عذاب مجرموں کے گروہ سے نہیں ٹلتا۔ان کے حالات میں عقلمندوں کے لئے یقیناً ایک سبق ہے۔

(111-109:12)

ترجمہ: کیا تمہارے پاس ان قوموں کی خبریں نہیں پہنچیں جو تم سے پہلے تھیں۔یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود کی قومیں اور وہ لوگ جو ان کے پیچھے آئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی کھلی دلیلیں لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں پر رکھ کر کہا کہ جو کچھ تم لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کی طرف سے ہم شبہ اور شک میں ہیں......اور منکرین نے اپنے رسولوں کو کہا کہ اگر تم لوٹ کر ہمارے مذہب میں نہ آؤ گے تو ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے۔اس وقت ان کے رب نے ان کی طرف (یعنی رسولوں کی طرف) یہ وحی نازل کی کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تم کو (یعنی انبیاء اور ان کی جماعت کو) اس ملک میں آباد کریں گے۔ یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو میرے حضور حاضر ہونے اور میرے وعید سے ڈرتے ہیں۔اور انبیاء نے خدا سے دعائیں مانگیں کہ سچ کا فیصلہ ہو اور ہر ایک جبار دشمنی کرنے والا نامراد مرا۔(15-9:14)

ترجمہ: ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ (تیرے دشمن) کہتے ہیں اس سے تو دلگیر ہوتا ہے۔ یہ تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کے نشانوں کا انکار کرتے ہیں۔تجھ سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب کی گئی اور انہوں نے مخالفوں کی تکذیب اور ایذاء پر صبر سے کام لیا۔ یہاں تک کہ ہماری نصرت ان کے پاس آ گئی اور خدا تعالیٰ کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور ان رسولوں کی خبریں تجھے (اس قرآن مجید کے ذریعے سے) پہنچ چکی ہیں۔(34-33:6)

ترجمہ: اور ہر ایک بات جو ہم رسولوں کی خبروں میں سے تیرے پاس بیان کرتے ہیں اس کی غرض یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ہم تیرے دل کو مضبوط کریں۔(120:11)

مندرجہ بالا آیات سے یہ ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں جو گذشتہ نبیوں اور پچھلی قوموں کے حالات بیان کئے گئے ہیں، وہ اس غرض سے بیان نہیں کئے گئے کہ ان سے یہ ثابت کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ کہانیاں اور مخفی قصے بیان کر سکتے ہیں۔اور اس طرح آپ کا نبی ہونا ثابت ہو۔ بلکہ ان کے بیان کرنے سے اور ہی غرض مقصود ہے۔ یہ حالات کہانیوں اور قصوں کے رنگ میں بیان نہیں کئے گئے بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:''وہ ان انبیاءؑ کے حالات میں عقلمندوں کے لئے عبرت اور نصیحت ہے''۔(111:12) پھر فرمایا نثبت بہ فوادک یعنی قرآن شریف میں جو انبیاء سابقین کے حالات بیان کئے گئے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ تیرا دل مضبوط ہو۔یعنی جیسا اس وقت تو کمزور ہے اور دشمن تیری کمزوری اور اپنی قوت اور کثرت کو دیکھ کر اتراتا اور تجھے دکھ دیتا ہے اور بظاہر تیری کامیابی کا کوئی سامان موجود نہیں، ایسا ہی گذشتہ انبیاءؑ کا حال تھا۔جیسا اس وقت دشمن اپنی طاقت اور جتھے کے گھمنڈ میں تجھے دھمکاتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اپنے نئے مذہب کو چھوڑ کر ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ، ورنہ ہم تمہیں اس قدر ستائیں گے کہ آخر تمہیں اس شہر سے بھاگ کر اپنی جان بچانی پڑے گی۔ایسا ہی تجھ سے پہلے جو نبی آئے ان کو کہا گیا''اگر تم ہمارے مذہب میں واپس نہیں آ جاؤ گے تو ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے''(13:14) مگر ایسی حالت میں خدا نے اپنے رسولوں کو یہ تسلی دی کہ دشمن تمہیں نابود نہیں کر سکیں گے بلکہ بجائے اس کے کہ تمہیں نابود کریں وہ خود نابود کئے جاویں گے۔اور جس ملک سے وہ تمہیں نکال کر خود امن سے رہنا چاہتے ہیں ایک زمانہ آئے گا کہ تمہارے مخالفین کا اس ملک میں پتہ ونشان نہ ملے گا اور ان کی جگہ تم ہی آباد ہو

گے'' خدا تعالیٰ نے ان نبیوں کی طرف یہ وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور اُن کے بعد تمہیں اس زمین میں آباد کریں گے'' (14-13:14)

جس شخص کو کچھ بھی بصارت و بصیرت سے حصہ دیا گیا ہے وہ صاف دیکھ سکتا ہے کہ اس آیت میں یہ پیشگوئی ہے کہ جیسا کہ تجھ سے پہلے نبیوںؑ کے دشمنوں کو خدا تعالیٰ نے نابود کر دیا اور ان کی جگہ انبیاءؑ کے پیروؤں کو اس ملک میں آباد کیا، ایسا ہی اب ہوگا۔ یعنی تیرے دشمن ہلاک کئے جائیں گے اور ملک عرب میں تیرے پیرو آباد ہوں گے۔ جب خدا تعالیٰ نے فرمایا ولقد جاء ک من نبای المرسلین. (34:6) یعنی تیرے پاس رسولوں کی خبر پہنچ چکی ہے تو ایسا کہنے سے خدا تعالیٰ کا یہ ہرگز منشا نہیں تھا کہ تجھے ہم نے ایسے قصے اور کہانیاں سنائی ہیں جو تو نے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں۔ بلکہ اس سے یہ منشاء ہے کہ جیسا گذشتہ نبیوںؑ اور ان کی قوموں کا حال ہوا، وہی تیری اور تیری قوم کا حال ہوگا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے'' جیسا اب تیری قوم تجھے جھوٹا کہتی ہے اور تجھے ایذا دیتی ہے، ایسا ہی جو رسول تجھ سے پہلے آئے، ان کی بھی تکذیب کی گئی اور ان کو بھی اسی طرح دکھ دیا گیا۔ مگر انہوں نے اس پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد آ گئی اور خدا کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا'' (34:6)

قارئین! بتلائیں کہ اس آخری فقرے کا کیا مطلب ہے۔ اور خدا تعالیٰ کیوں فرماتا ہے کہ خدا کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا ان نبیوں نے صبر کیا اور آخر ہماری مدد آ پہنچی ایسا ہی اب بھی ہوگا۔ یہ خدا کی بات ہے اور خدا تعالیٰ کی باتیں ٹلا نہیں کرتیں۔ غرض قرآن مجید میں جو حالات گذشتہ قوموں اور گذشتہ انبیاءؑ کے لکھے ہیں، وہ کہانیاں نہیں بلکہ ان میں ان واقعات کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کو پیش آنے والے تھے۔ یعنی یہ حالات آنے والے واقعات کی زبردست پیشگوئیاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان حالات کو خدا تعالیٰ اَنۡبَآءُ الۡغَیۡبِ کہہ کر پکارتا ہے۔ اور یہ خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ چونکہ یہ کہانیاں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھیں۔ اس لئے ان کو غیب کی خبریں کہا گیا ہے۔ اگر چہ یہ سچ ہے کہ یہ واقعات بھی اس تفصیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھے۔ مگر جب ان حالات کو خدا تعالیٰ غیب کی خبریں کہتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان میں آئندہ کے واقعات کی خبر دی گئی ہے۔ نہ یہ کہ گذشتہ قصے اور کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ پھر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد گذشتہ امتوں اور نبیوں کے حالات بیان کرنے سے یہ ظاہر کرنا نہ تھا کہ آپ ایسی کہانیاں بیان کر سکتے ہیں، جن کی آپ کو خبر نہ تھی، اس امر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں جن نبیوں اور قوموں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں بعض ایسے نبی اور ایسے لوگ بھی ہیں جن کے حالات سے ملک عرب کے لوگ بے خبر نہ تھے اور جن کی نسبت آنحضرتؐ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ پوشیدہ کہانیاں ہیں۔ جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہیں۔ مثلاً حضرت ہود کے حالات اور قوم عاد کا بیان، حضرت صالح کے حالات اور قوم ثمود کا بیان۔ مگر قرآن شریف میں جیسا حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوموں کے حالات بیان کئے گئے ہیں، ایسا ہی حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ بلکہ جیسا دیگر انبیاءؑ کے حالات کو آیات کے طور پر پیش کیا گیا ہے، ایسا ہی حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے حالات کو بھی بطور آیات کے پیش کیا گیا ہے (دیکھو سورہ الشعراء) اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے انبیاءؑ اور ان کی قوموں کے حالات کو اس لئے آیات نہیں کہا کہ وہ پوشیدہ کہانیاں تھیں بلکہ اس لئے آیات کہا ہے کہ ان میں آنے والے واقعات کی پیشگوئیاں ہیں۔ جن کا پورا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا نشان تھا۔

قرآن مجید میں گذشتہ نبیوں اور ان کی امتوں کے تذکرے کس غرض سے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ امر اور بھی واضح ہو جاتا ہے جب ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں جن میں آنحضرتؐ کے دشمنوں کو بار بار متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ گذشتہ امتوں اور ان کے انبیاءؑ کے حالات سے سبق حاصل کریں۔ ورنہ ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو گذشتہ انبیاءؑ کے دشمنوں کا ہوا۔ قارئین مندرجہ ذیل آیات قرآنی کو غور سے پڑھیں۔

’’تجھ سے پہلے جو رسول گزرے ہیں ان پر بھی ہنسی کی گئی۔ مگر جس چیز پر ہنسی کرتے تھے، اسی نے آخر ہنسی کرنے والوں کو گھیر لیا۔ تو اپنے جھٹلانے والوں کو کہہ کہ زمین میں پھر کر دیکھو، پہلے جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا (پس ایسا ہی تمہارا بھی انجام ہوگا) (6:10-11)

’’ان (مکہ والوں) سے پہلے ہم نے کتنی نسلیں ہلاک کیں جو ان مکہ والوں سے طاقت میں زیادہ زبردست تھے۔ پس انہوں نے شہروں کو چھان مارا کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے۔ اس میں نصیحت ہے ایسے شخص کے لئے جس کا دل ہو اور جو کان رکھ کر سنے اور وہ دل سے حاضر ہو۔ (50:36-37)

’’ان (مکہ والوں) سے پہلے بھی لوگوں نے (انبیاءؑ کی) تکذیب کی۔ پس ان پر عذاب ایسی جگہ سے آیا جہاں کہ ان کو خواب وخیال بھی نہ تھا۔ اس ورلی زندگی میں خدا تعالیٰ نے ان کو ذلت کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کاش کہ وہ جانتے اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہیں تاکہ وہ سبق حاصل کریں‘‘ (39:25-27)

یعنی اگر (مکہ والے) مونہہ پھیر لیں تو ان کو کہہ دے کہ میں تم کو ایسے ہی عذاب سے ڈراتا ہوں، جیسا کہ عاد اور ثمود کا عذاب تھا۔ (41:13)

(پیغام صلح 8 اکتوبر 1942ء)

(جاری ہے)

☆☆☆☆

محترم برادر طاہر جہانگیر صاحب ومحترمہ بہن نگین ملک صاحبہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کی صدر، سیکرٹری اور منتظمہ کی تمام ممبران عاصمہ جہانگیر صاحبہ کی ناگہانی اور اچانک وفات پر دردِ دل سے رنج وغم کو اظہار کرتی ہیں۔ عاصمہ جہانگیر صاحبہ ایک فرد نہیں بلکہ ایک سوچ اور نظریہ کا نام تھیں۔ انتہائی قدآور شخصیت ہونے کے باوجود بہت سادہ طبیعت خاتون تھیں۔

ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کی علمبردار عاصمہ، بھٹہ مزدوروں کے حقوق کے لئے لڑنے والی عاصمہ، جیلوں میں بند لاوارث خواتین کی ہمدرد عاصمہ، عدلیہ کا وقار بلند کرنے والی عاصمہ اور سب سے بڑھ کر انسانیت کی خدمت گزار عاصمہ!

چینی قول ہے کہ ’’کسی درخت کی صحیح پیمائش اس وقت ممکن ہوتی ہے جب وہ گر جاتا ہے اسی طرح ایک انسان کی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ اُس وقت ہوتا ہے جب وہ ہم میں موجود نہیں ہوتا۔ آپ اس ملک کا گرانقدر سرمایہ تھیں۔ آج یہ ملک اس سرمائے سے محروم ہو چکا ہے اور یہ بابرکت وجود اُس خوبصورت وادی کی طرف پرواز کر گیا ہے۔ جہاں پاکیزہ رُوحیں اُس کو خوش آمدید کہہ رہی ہیں۔

عاصمہ کے پسماندگان کے لئے اتنی باہمت ماں کا سایہ اُٹھ جانا بہت ہی بڑا صدمہ ہے۔ ہم تمام ممبران اُن کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا گو ہیں کہ عاصمہ جہانگیر مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور اُن کے گھر والوں کو صبر کے ساتھ اس ناقابل تلافی خلاء کو برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین۔ ثم آمین)

شریکِ غم
صدر، سیکرٹری اور ممبران
تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

ذکر الٰہی یا یاددہانی کا الٰہی طریق

خطبہ جمعۃ المبارک مورخہ 26 فروری 2018ء جامع دارالسلام، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

ناصر احمد (انگلینڈ)

میرے آج کے خطبہ کا عنوان ہے ''ذکر الٰہی یا یاددہانی کا الٰہی طریق'' لیکن چونکہ ایک رنگ میں اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر ادا کرنے کے طریق پر بھی بات ہوگی۔ اس لئے میں اس موقع پر انگلستان کے ایک انگریز عیسائی دوست جو لندن میں ہماری ماہانہ میٹنگز اور برادرم شاہد عزیز صاحب کے خطبات کو شوق سے سنتے ہیں ان کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ یہ پیشہ کے لحاظ سے ایک یونیورسٹی میں ایشیائی طلباء کے لئے کھانے تیار کرتے ہیں۔ لیکن باطنی طور پر ایک روحانی شخص ہیں جو روز صبح فجر کے وقت اُٹھ کر Meditation کرتے ہیں پھر بائیبل اور قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ رمضان میں روزے بھی رکھتے ہیں اور قرآن مجید بھی ختم کرتے ہیں۔ دہشت گردی کے سلسلہ میں ماہنامہ ''ہوپ'' میں انہوں نے ایک دلچسپ مضمون لکھا جس کا عنوان تھا ''اللہ کے پاک نام پر ناحق قتل''۔ لب لباب یہ تھا کہ اللہ کے جس نام سے اس بے پناہ رحم اور کرم والی ہستی کا تصور ذہن میں آتا ہے اور جس کا تفصیل سے ذکر قرآن مجید میں اور کئی رنگ میں گذشتہ الہامی صحائف میں بھی درج ہے لیکن اسی کا نام لے کر دہشت گرد ناحق خون کرتے ہیں یہ کتنا ہولناک تضاد ہے کہ اللہ کا پیارا نام ان دہشت گردوں کی وجہ سے دنیا میں خوف وہراس کی علامت بن گیا ہے۔

جذبہ شکر گزاری اور ذکر الٰہی

جس بات کا میں اس وقت بطور خاص ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ معمولی بھی ہے لیکن اس میں ایک انتہائی خوبصورت سبق شکر گزاری سے متعلق بھی ہے جس کو روزمرہ کی زندگی میں رواج دینے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے نماز اور دیگر اسلامی طریقوں سے خدا کی نعمتوں کی شکر گزاری سکھائی ہے۔ رسول اکرم صلعم کا مشہور قول ہے جو بخاری میں اس طرح درج ہے ''کہ تم میں سے کسی کا ایمان مکمل نہیں جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے'' اور پھر یہی بات ترمذی میں یوں بیان ہوئی ہے ''جو لوگوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں''۔ لیکن شکر گزاری کے اس رویہ کی طرف ہماری توجہ بہت کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کا بھائی جو مشرقی یورپ کے ایک ملک میں رہتا ہے اس نے ایک مرتبہ انگلستان میں قیام کے دوران یہ کہا کہ کیا آپ لوگوں نے کبھی غور کیا کہ جب آپ یہاں کہیں سٹور پر سودہ لینے یا اور کوئی چیز خریدنے جاتے ہیں تو آپ سودہ لیتے ہوئے کم ازکم 6 دفعہ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مثلاً آپ نے کہا کہ میں یہ چیز خریدنا چاہتا ہوں تو سیلز مین کہے گا شکریہ۔ آپ نے اس کی قیمت ادا کی تو سیلز مین کہے گا شکریہ۔ جب وہ رسید دے گا تو آپ کہیں گے شکریہ۔ جب وہ چیز کو پیک کر کے آپ کو دے گا تو آپ کہیں گے شکریہ۔ اور جب آپ جانے لگیں گے تو پھر آپ کہیں گے شکریہ۔ تب سیلز مین جواب میں کہے گا آپ کے آنے کا شکریہ۔ اس طرح شکریہ کا استعمال 6 دفعہ ہوا۔ اور اگر سیلز مین کا رویہ خوش کن ہوا تو آپ کا دل چاہے گا کہ اسی سٹور پر جائیں اور آپ لوگوں کو بھی کہیں گے کہ فلاں سٹور پر سروس بہت اچھی ہے حالانکہ آپ نے تو رقم ادا کر کے چیزیں خریدی تھیں۔ اب آپ نے دیکھا کہ شکریہ کا رویہ کیسے تعلقات کو قریب تر لاتا ہے۔

اسی طرح ذرا غور کریں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اپنی ذات کے حوالے سے اور پھر آپ کی زندگی کی بقا کے لئے کیا کچھ بلا کسی معاوضہ کے مہیا کیں اور وہ صرف آپ سے اس کی شکر گزاری چاہتا ہے تا کہ وہ بندہ کو اس کے اعمال کے

بدلہ میں اور زیادہ اجر دے۔ یہ روزمرہ کے عام سودے سے کتنے گنا زیادہ اجر کا سودہ ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہر سانس کے ساتھ ہم الحمد للہ کہیں۔لیکن اللہ تو ہم سے صرف اس شکر یہ کو دن میں پانچ مرتبہ ادا کرنے کو کہتا ہے اور وہ بھی اس لئے وہ اپنے بندہ کو اپنے فضل اور کرم سے زیادہ نوازنا چاہتا ہے۔

بھائیو اور بہنوں! اللہ کی اس پیشکش پر کچھ لمحوں کے لئے غور کریں۔اس میں آپ کا سراسر بھلا ہی بھلا ہے۔اور پھر ذرا اس بات پر بھی غور کریں کہ یہ ایک عیسائی کی سوچ ہے، کیا ایک مسلمان کی سوچ اس سے بڑھ کر نہیں ہونی چاہیے۔

قرآنی آیات جن کا میں نے آج انتخاب کیا ہے ان کا ترجمہ یہ ہے:

''اور جب تمہارے رب نے بتایا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے'' (۷:۱۴)

''اور نصیحت کرتا رہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے'' (۵۱:۵۵)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو میں تمہیں ایسی تجارت بتاتا ہوں جو تمہیں تکلیف دہ خسارے سے بچائے''۔

''تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رستے میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو''

وہ تمہارے گناہوں سے تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ پاکیزہ مکان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے''۔

اور جب تجارت یا کھیل کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ جو اللہ کے پاس ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے''۔

وہی کامیاب ہوتا ہے جو اپنے آپ کو پاک کرتا ہے اور اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے'' (۸۸:۱۴۔۱۷)

ذکر الٰہی شکر گزاری بھی اور یاد دہانی بھی

قرآن مجید میں لفظ ''ذکر'' بزرگی، عزت اور یاد دہانی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔پس ذکر کے بنیادی معنی انسان کی فطرت کو یاد دہانی ہے کہ وہ کس قسم کے شرف اور بزرگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید کی سورت الاعلیٰ میں اس ذکر کو ادا کرنے کا طریق، اس کا مقصد اور اس کے نتائج کی تفصیل مختصر اور خوبصورت انداز میں یوں بیان ہوئی ہے:

''سو نصیحت کرتا رہ، نصیحت یقیناً نفع دیتی ہے۔۔۔ وہی کامیاب ہوتا ہے جو اپنے آپ کو پاک کرتا ہے اور اپنے رب کے نام کو یاد کرتا ہے پس نماز پڑھتا ہے بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے (۸۸:۹۔۱۷)

پس جو اپنے رب کے نام کی تسبیح اپنے قول و فعل دونوں سے کرتا ہے اور اپنے پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کی عطا کردہ ہدایات پر عمل کرتا ہے اس کے نتیجہ میں اس کا قدم روز بروز پاکیزگی کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور جیسے جیسے بندہ خدا کی پاکیزگی اور کمال کا اظہار اپنے قول و فعل سے کرتا ہے ویسے ویسے خدا جو اس کی ربوبیت کا ذمہ دار ہے اسے پاکیزگی اور کمال عطا کرتا چلا جاتا ہے گویا خدا کی تسبیح کا نتیجہ انسان کا اپنا تزکیہ ہے جو اس کے نافع الناس ہونے سے لازم ہے۔ذکر الٰہی انسان کو تزکیہ کے ساتھ بلند مرتبہ تک بھی پہنچاتی ہے۔

قرآن مجید نے زندگی گزارنے کے جو اصول بیان کئے ہیں ان کو سمجھانے کے لئے اس نے زمین اور کائنات کی ان اشیاء کا ذکر کیا ہے جن پر انسانی زندگی کی بقا کا انحصار ہے اور جن کا مشاہدہ ہر شخص اپنی آنکھوں سے کرسکتا ہے کیونکہ وہ اس کے فوائد سے فائدہ اٹھارہا ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں انسان کے لئے نعمتوں کا ذکر بطور یاد دہانی

ویسے تو قرآن مجید میں ایسی بے شمار چیزوں کا ذکر ہے جن کا اگر بیان شروع کیا جائے تو ان کی کوئی انتہا نہیں۔میں اس وقت صرف سورت یٰسٓ میں سے ایک چھوٹی سی مثال پیش کروں گا۔اس سورت کو قرآن مجید کا دل کہا

گیا ہے کیونکہ اس میں زندگی کے جملہ حقائق کو مختلف پیرائے میں بیان کیا گیا ہے اور ان کے انکار سے جو بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ بھی درج ہیں اور پھر موت کے بعد یوم آخرت برپا ہونے کے یقینی شواہد اور دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ وہ چھوٹی سی مثال یوں ہے:

''اور ایک نشان ان کے لئے مردہ زمین ہے ہم نے اس کو (بارش کے ذریعہ) زندہ کیا اور اس میں سے اناج نکالا تو وہ اس میں سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور پھر انہی میں سے (بارش کے ذریعہ) چشمے جاری کئے تاکہ وہ اس کے پھل کھائیں اور یہ سب کچھ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا پھر وہ شکر کیوں ادا نہیں کرتے''

(۳۶:۳۳۔۳۵)

اگر آپ ان تین آیات پر تھوڑا سا بھی غور کریں تو آپ کو نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ان نعمتوں کا ذکر کر رہا ہے جو عام طور پر لوگوں کے مشاہدہ اور استعمال میں آتی ہیں اور ان کی پیدائش اور حصول کے لئے انسان صرف کوشش ہی کرتا ہے۔ نتائج قانونِ الٰہی کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں۔ اسی حقیقت کو پنجاب کے مشہور صوفی شاعر بلھے شاہ نے کیا خوب بیان کیا ہے:

مالی دا کم پانی دینا ۔ بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھُل لانا ۔ لاوے یا نہ لاوے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا بھی ذکر ہے اور اس میں اللہ کی طرف سے یاددہانی بھی ہے کہ تمہارا ایک خالق ہے جو یہ سب کچھ ایک نظام کے تحت فراہم کر رہا ہے تاکہ تمہاری زندگی کا قیام ممکن ہو سکے۔ اس لئے تمہیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ بالکل اسی طرح جو نیک اعمال تم دنیا میں کرو گے اس کا کئی گنا زیادہ اجر وہ تمہیں اس زندگی میں اور پھر اخروی زندگی میں بھرپور انداز میں دے گا۔

اس آیت میں ایک بڑی واضح حقیقت کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ انسانی وسائل اور کوشش کے علاوہ اگر ان کے لئے خدا کا فضل میسر نہ ہوتو مطلوبہ نتائج اور اس میں اضافہ ممکن نہیں۔ اسی لحاظ سے انسان کمزور ہے اور وہ اپنے مقصد پیدائش کے حصول کے لئے اس کے فضل کا محتاج ہے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ خدا کی ہدایت اور مدد طلب کرے۔ مقصد پیدائش کا تعین اور اس کا حصول اتنا پیچیدہ مسئلہ بھی نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے۔ سورت التین میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے:

''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے پھر ہم اس کو اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے ذلیل سے ذلیل حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کرتے ہیں تو ان کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم نہیں ہوتا''

نیک اعمال خود انسان کی بھلائی اور ترقی کے لئے

یعنی نیک اعمال کا فائدہ خود انسان کو اس زندگی میں اور کئی گنا زیادہ موت کے بعد کی زندگی میں ملے گا۔ اس بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے: ''جو کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کے لئے دس گنا اس کی مثل ہیں'' (انعام ۶:۱۶۰)۔ اور دوسری جگہ نیک اعمال کے اجر کا یوں بیان ہوتا ہے: ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ایک دانہ کی مثال ہے جو سات بالیں اُگائے۔ ہر ایک بال میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے کئی گنا کر کے دیتا ہے اور اللہ کشائش والا، جاننے والا ہے۔'' (انعام ۶:۲۶۱)۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اجر ہر صورت میں انسان کو ہی ملتا ہے اور ملے گا۔ خدا کو اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔ سورت فاتحہ میں زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے کا جو طریق بتایا گیا ہے، اس کی عملی صورت نماز ہے۔ اس کے لئے رکوع و سجود میں جسمانی حالتوں کے علاوہ ایسے الفاظ بھی بتائے گئے ہیں جن کی ادائیگی سے انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں بندگی اور عاجزی کی مکمل تصویر بن جاتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کا فضل

اور کرم جوش میں آتا ہے۔

نماز کی تیاری کے لئے وضوکو ہی لے لیجئے وہ جسمانی پاکیزگی کے علاوہ ذہنی سکون کا باعث بھی ہوتا ہے جو اس کو زندگی کی تگ ودو میں صحیح رہنمائی اور اہم کردار ادا کرتا ہے۔

کارلائل جو ایک مشہور انگریز فلاسفر گذرا ہے۔اس نے طالب علموں کو یہ نصیحت کی تھی کہ دماغ کو تروتازہ رکھنے کے لئے انہیں رات کو سوتے وقت منہ دھوکر سونا چاہیے کہ اس سے دماغ کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔اور وہ دن بھر کی تھکان اور گرمی سے راحت پاکر صبح تازہ دم ہوکر کام کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ مگر اسلام کے روحانی فلاسفر حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی امت کے ہر ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ دن میں پانچ وقت وضو کر کے نماز پڑھا کرے۔ان وقتوں میں ایک وقت سونے سے پہلے کا بھی ہے اور حدیث شریف میں تاکید کی گئی ہے کہ مومن کو باوضو بستر پر لیٹنا چاہیے۔

نماز ذکر اور طریقِ شکر

نماز کے متعلق قرآن مجید نے لفظ ''قیام'' استعمال کیا ہے یعنی ہر پہلو سے اس کی غرض اور اداب کو پورا کرنا چاہیے۔ ہر رکعت میں سورت فاتحہ کو ضروری قرار دینا بھی اپنے اندر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔سب سے پہلے آپ اللہ تعالیٰ کی دو صفات رحمانیت اور رحیمیت کی تلاوت اور اس کے وسیع مفہوم کو تصور میں لاتے ہیں۔اس تصور سے آپ کائنات کی پیدائش سے لے کر خود اپنی پیدائش اور پھر اس میں اس سارے نظام کو ذہن میں لاتے ہیں جس سے کائنات کا نظام اور خود آپ کی زندگی کا قیام ممکن ہوا ہے۔ پھر لفظ رب اس نظام کائنات میں اللہ کے خالق ہونے کے علاوہ اس میں ایک ہستی ہے جو اس کی نشو ونما بھی کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے جس میں خدا خالق سے بڑھ کر ہر لحہ اس نظام کائنات کی نگہبانی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔پھر مالک یوم الدین کی صفت اللہ تعالیٰ کو ایک اور ہی شان میں ہمارے سامنے لاتا ہے کہ اس کو اس بات پر بھی قدرت حاصل ہے کہ وہ اس کے احکامات کی حکم عدولی کرنے والے کو سزا دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔اسے کسی عدالت کے منصف کی ضرورت نہیں یا وہ کسی ایسے ادارے کا محتاج نہیں جو اس کے احکامات کے نفاذ کا نگران ہو۔

اس سے آگے رکوع اور سجدہ میں جو مسنون الفاظ ہیں وہ بھی جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ اللہ کی عظمت اور بندہ کی انکساری اور عاجزی کی کیفیت کی خوبصورتی سے عکاسی کرتے ہیں۔یعنی رکوع میں لفظ عظیم اور سجدہ میں لفظ اعلیٰ کا ورد نماز میں اپنی حالت کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے۔ ذرا تصور میں سورت فاتحہ کے الفاظ، ان کے مفہوم اور انسان کے ادب و احترام کی حالتیں لائیں۔ جب اس پورے التزام کے ساتھ بندہ خدا کے آگے سربسجود ہوتا اور یہ دعا مانگتا ہے کہ میں صرف تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔اور یہ کہتا ہے: اے مالک کل، تو مجھے سیدھی راہ پر قائم رکھ۔تو کیا رحیم و کریم خدا اپنے اس عاجز بندے کی درخواست کو رد کرے گا۔ ہرگز نہیں۔ وہ ضرور بضرور اس کو اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔

اللہ کی رحمت اسی وقت جوش میں آتی ہے جب بندہ اپنی عاجزی اور بندگی میں انتہا کردے۔اس مرحلہ پر میں وضاحت کرتا چلوں کہ نماز میں الفاظ کے معانی کو سمجھنے کے علاوہ اس کا طریق ادائیگی بھی نمازی کے قلب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ میری نظر میں نماز کے الفاظ کی ادائیگی تین طریق پر کی جاسکتی ہے۔ مجھے اُردو میں ان کے لئے موزوں الفاظ نہ مل سکے البتہ انگریزی میں ان کے لئے میرے ذہن میں یہ الفاظ آتے ہیں:

recitation through mind , recitation through lips,

recitation in a low voice

میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ عموماً ذہن پر انسان کو مکمل قابو نہیں ہوتا

۔ذہن کے ذریعہ الفاظ کی ادائیگی میں عموماً وہ یکسانیت برقرار نہیں رہ سکتی اس لئے کہ کبھی تو انسان سمجھتا ہے کہ الفاظ ادا ہو گئے ہیں لیکن الفاظ کی ادائیگی ذہن میں موثر طور اثر انداز ہوتے محسوس نہیں ہوتی۔

ہونٹوں کے ذریعہ تلاوت میں الفاظ ہونٹوں سے ادا تو ہوتے ہیں لیکن اگر رفتار تیز ہو تو الفاظ کے معانی کا اثر ذہن پر پوری طرح مرتب نہیں ہو پاتا۔ البتہ مدہم آواز میں تلاوت سے ایک تو الفاظ کی ادائیگی میں نسبتاً زیادہ وقت لگتا ہے دوسرے الفاظ واضح اوران کے معانی کانوں کو بھی سنائی دیتے ہیں اور ذہن بھی اس کو واضح طور پر سن رہا ہوتا ہے۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ رسول اکرم صلعم کا یہ عمل کہ وہ سنتیں گھر میں ادا کرتے تھے اور یہ کہ نفلوں میں اور خاص طور پر تہجد میں تلاوت اونچی آواز میں کرتے تھے تا کہ ساتھ نماز ادا کرنے والے یا کمرہ میں موجود ان کی زوجہ بھی تلاوت کو سن سکتی تھیں اسی حقیقت کو واضح کرتی ہے۔ اس آخری طریق میں ارکان نماز کی حرکات کے ساتھ ساتھ ادا ہونے والے الفاظ کا اثر کانوں اور ذہن کے دریچوں تک موثر انداز میں پہنچتا ہے۔نماز کے ارکان اور الفاظ کس طریق پر کسی کے نزدیک زیادہ موثر ہوتے ہیں ۔ یہ ہر ایک کا اپنا اختیار ہے کہ وہ کس طریق پر اور کس حد تک نماز کو اپنی روحانی ترقی کے لئے موثر بنا سکتا ہے۔

اسی لئے حضرت امام الزمان نے تاکید کی ہے کہ نماز کو سنوار سنوار کر پڑھو۔ مرغی کی طرح ٹھونگے نہ مارو۔ یہاں یہ حالت ہے کہ دیکھنے والے کو نماز جلدی جلدی اٹھک بیٹھک نظر آتی ہے۔ جو الفاظ نماز کی ہر ایک حالت میں ادا کرنے کی ہدایت ہے ان کو پوری طرح ادا کرنے کی نوبت ہی کہاں آتی ہے۔ اور اگر الفاظ کے معانی ہی نہیں معلوم تو ہر حالت میں ان الفاظ سے جو ذہنی کیفیت پیدا کرنا مقصود ہے کہ وہ کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو جس ہستی کے آگے دعا کی جارہی ہے اس کے ہاں دعا کی قبولیت کی نوبت ہی کیسے آئے گی۔

تمام عبادات میں نماز ہی وہ عبادت ہے جو ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہے جو روزانہ کی بنیاد پر جسمانی ورزش کی طرح روحانی تندرستی اور ذہنی بالیدگی کا ضامن ہے۔ اگر ہم اسی کو صحیح معنوں میں اور پورے التزام سے ادا نہ کریں تو اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو آج امت مسلمہ کا ہے۔

لفظ صلوۃ کے معنی ہی دعا ہیں۔ دعا کے لفظی معنی پکارنا ہیں۔صرف نماز میں آخری دعا کے الفاظ پر غور ہی کریں تو اس میں بندے کا اللہ سے خطاب میں نہایت قربت کے رشتہ کا اظہار ہے بلکہ اس میں اپنی ذات کے علاوہ اپنی اولاد، والدین اور دیگر لوگ بھی شامل ہیں۔

''میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز کا قائم رکھنے والا بنا۔ میری دعا قبول فرما۔ ہمارے رب! میری، میرے والدین اور تمام مومنین کی حفاظت فرما جس دن اعمال کا حساب قائم ہو۔''

نماز خدا سے تعلق اور اس کی نعمتوں کو جذب کرنے کا موثر ذریعہ

احادیث میں نماز کی مختلف حالتوں میں مختلف مسنون دعاؤں کا بھی ذکر ہے جن میں اللہ کی عظمت اور انسان کی بندگی کے بعد ہدایت ، رزق کی فراوانی زندگی میں ترقی اور گناہوں سے حفاظت کے لئے دعائیں ہیں۔ خطبہ جمعہ کے مختصر وقت میں ان دعاؤں کے معانی اور مفہوم کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس موقع پر اس سلسلہ میں چند باتوں کے ذکر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

احادیث میں رسول اکرم صلعم کے حوالے سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن اذان اور خطبہ کے درمیانی عرصہ میں جو دعا کی جائے اس کی قبولیت کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

حضرت امام الزماں کی دعا کی قبولیت کے واقعات سے تو ان کی کتاب ''حقیقت الوحی'' اور دیگر تحریرات بھری پڑی ہیں ۔ یہاں میں ان کے ایک ادنا مرید حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

ان کے سب سے بڑے بیٹے مرزا داؤد بیگ کی شادی ترکی کے سفیر کی

بیٹی سے ہوئی تھی اور وہ شادی کے بعد ترکی میں جا کر رہنے لگے۔ ایک مرتبہ ان کا دل اس بیٹے کے لئے سخت اداس ہو گیا اور انہوں نے جمعہ کے دن اس خاص وقفہ میں بیٹے کے دل میں باپ سے ملنے کی خواہش ڈالنے کی دعا کی۔ چنانچہ ان کا بیٹا جلد ہی ملنے کے لئے ترکی سے لاہور آ گیا۔ جب مرزا داؤد بیگ صاحب سے اس کی تفصیل پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ وہ ترکی میں اپنے کمرہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر صاحب اندر تشریف لائے اور کہنے لگے کہ بیٹا کافی دیر ہوئی ہے کہ تم ملنے نہیں آئے چنانچہ وہ اسی دم اُٹھے، سمندری جہاز کی سیٹ بک کروائی اور لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔

قرآن مجید بار بار آمنو ا وعملوا الصالحات کی تاکید کرتا ہے۔ ایمان لاؤ اور نیک اعمال کرو۔ گویا ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ہونا لازمی نتیجہ ہونا چاہیے۔ نماز اس سلسلہ میں سب سے بڑا محرک اور بڑے نتائج کا موجب ہوتی ہے۔ نمازوں میں تہجد کے نماز کی عظمت کو قرآن مجید نے الگ سے بیان کیا ہے۔ رسول اکرم صلعم نے خود اور مجددین اور اولیاء کرام نے اس پر عمل کر کے عظیم روحانی مقامات حاصل کئے۔ ''اور رات کے کچھ حصے میں اس قرآن کے قرآنی حوالہ کے ساتھ جاگتا رہ۔ یہ تیرے لئے نفل کے طور پر ہے امید ہے تیرا رب تجھے بڑی تعریف کے مقام پر کھڑا کرے۔ اور کہہ اے امیرے رب مجھے سچائی کے داخلہ سے داخل کیجو اور سچائی کا نکلنا نکالیو اور مجھے اپنے پاس سے مدد دینے والی قوت عطا فرما۔'' (بنی اسرائیل 17:80)

اس موقع پر میں تحدیث نعمت کے طور پر اس بات کا ذکر کرتا چلوں کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب سے لے کر موجودہ حضرت امیر تک ہماری جماعت کے تمام سربراہ تہجد گزار رہے۔ اس سلسلہ میں مختلف جماعت کے سربراہوں میں ان کو یہ امتیاز حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں کوئی بھی ان کے بارے میں انگلی نہیں اُٹھا سکتا۔ انہوں نے قرآن مجید کے حکم اور رسول اکرم صلعم کی سنت کی نہایت اخلاص سے پیروی کی۔

اس سلسلہ میں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی ایک بات کا ذکر کرتا چلوں۔ اپنی ڈاکٹری کی ملازمت کے دوران وہ درس قرآن ضرور دیتے تھے۔ شروع میں جب انہوں نے درس قرآن دینا شروع کیا۔ تو لوگ کوئی خاص دلچسپی نہ لیتے تھے۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی۔ تو اشارہ ملا کیا آپ تہجد ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بالتزام نماز تہجد شروع کی اور پھر ان کے درس قرآن میں ایسی کشش پیدا ہوئی کہ مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ آپ کے درس میں شریک ہونے لگے۔ ان کی ستائیسویں اور تیسویں پارے کی تفسیر ایک انتہائی دلچسپ اور روح پرور تحفہ ہے۔ اس کے متعلق ایک تفصیلی تعارف پھر کسی موقع پر پیش کروں گا۔

روحانی ترقی کے لئے مجاہدہ ضروری ہے

عام تاثر یہی دیا جاتا ہے کہ شاید رسول اکرم صلعم چالیس سال تک صرف غار حرا میں عبادت ہی کرتے رہے اور اسی نے ان کو مقامات عالیہ دیئے اور حامل وحی بنا دیا جیسے کہ مولانا الطاف حسین حالی کی مشہور نعت کے اس شعر سے یہ تاثر ابھرتا ہے:

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی وہ دنیا کے درباروں میں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے امین کا لقب صرف غار حرا میں عبادت کے ذریعہ ہی حاصل کیا تھا یا انہوں نے لوگوں کے ساتھ تعلقات اور معاملات میں کمال کی انسانی ہمدردی دکھائی جس کی بے نظیری کا اعتراف ایک دنیا کرتی ہے۔ وہ بکریاں بھی چراتے تھے۔ وہ تجارتی قافلے بھی دیگر ملکوں میں لے گئے۔ وہ حلف الفضول جیسے فلاحی تنظیم کے سرگرم رکن بھی تھے۔ اس کے ذریعہ انہوں نے مظلوموں اور ضرورت مندوں کی دستگیری بھی کی۔ وہ دوستوں اور رشتہ داروں کی خبر گیری بھی کرتے اور ان کے معاملات میں صلاح مشورے بھی دیتے۔ ان تمام کاموں میں خدمت اور جرأت مندی کی وہ مثال قائم کی کہ اپنے اور مخالفین سب ہی اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس دوران ان کی روحانی قوت نے خدا کی تائید کے وہ کرشمے دکھائے جو تاریخ کے اوراق کی زینت

بنے۔ حلف الفضول کے زمانے میں ایک مظلوم قرض خواہ ابوجہل کے پاس آیا کہ اس کی دادرسی کی جائے۔ اس نے شرارت کی نیت سے اس کو رسول اکرم صلعم کے پاس بھیجا۔ اس کا خیال تھا کہ رسول اکرم صلعم اس کو قرض کی رقم نہ دلوا سکیں گے اور اس طرح ان کی بے عزتی ہوگی۔ قرض خواہ رسول اکرم صلعم کے پاس گیا اور اپنی فریاد ان سے کی۔ رسول اکرم صلعم قرض دار کے پاس گئے اور اس سے رقم ادا کرنے کو کہا۔ وہ شخص فوراً اندر گیا اور رقم لا کر قرض خواہ کے سپرد کر دی۔ بعد میں ابوجہل نے قرض دار سے پوچھا کہ تُو تو قرض کی رقم ادا کرنے پر راضی نہ ہوتا تھا۔ اب کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ جب رسول اکرم صلعم میرے دروازے پر آئے اور رقم کا مطالبہ کیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے دونوں کندھوں کی جانب سے دو خونخوار اونٹ میری صرف حملہ کرنے کو ہیں۔ اس سے خوفزدہ ہو کر میں نے مطلوبہ رقم ادا کر دی۔

آج کل ہمارے بچے اور کسی حد تک خود ہم بھی موبائل کے شکار ہیں۔ ہر وقت اس پر انگلی یا اس کی کال کی طرف دھیان رہتا ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ فیس بک، ٹوئٹر اور دیگر پروگرام ہر لمحہ ہماری سوچ اور عمل پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں پہلے سے کہیں زیادہ قدم قدم پر ہمیں رہنمائی کی ضرورت ہے۔ دین کا نام ہی ہر وقت ہر لمحہ رہنمائی فراہم کرنا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم کس چیز سے کس حد تک فائدہ اٹھاتے ہیں یا اسی کے اسیر ہو کر رہ جاتے ہیں۔

دنیاوی زندگی میں دین کا کردار

دین کا کام بھی ٹریفک کے مختلف سگنلز کی طرح ہے۔ جو رہنمائی کے علاوہ خطرات سے بھی آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح سفر میں سہولت پیدا کرنے کے لئے نئی نئی سواریاں ایجاد ہو رہی ہیں اور ان میں حادثات سے بچنے کے لئے نت نئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ اسی طرح ٹریفک میں سہولت اور حادثات سے بچنے کی خاطر سڑکوں پر ٹریفک لائیٹس، کیٹ آئز، ریفلیکٹو لائٹس کے علاوہ کمپیوٹر کے ذریعہ کنٹرول ہونے والی ہدایات، مقررہ رفتار سے زیادہ تیز چلانے پر تصویر اتارنے والے کمرے ہر لمحہ ہمارے سفر کو محفوظ بنانے میں مصروف ہیں۔

اور اب تو کاروں میں ایسے کیمرہ سکرین لگے ہوئے ہیں کہ اگر آپ کار چلاتے وقت اس کو صحیح طریق پر نہ چلا رہے ہوں اور کار صحیح لین میں نہ چل رہی ہو تو کار میں نصب سکرین پر کافی کے پیالے کی تصویر آ جاتی ہے جو آپ کو توجہ دلاتی ہے کہ آپ بے توجہی یا تھکاوٹ کا شکار ہیں۔ اس لئے کہیں رُک جائیں اور تر و تازہ ہوں۔ لیکن انسان میں خود پسندی کی عادت اس کو حدود کو توڑنے پر اکساتی رہتی ہے اور تمام تر حفاظتی انتظامات کے باوجود حادثات پھر بھی ہو رہے ہیں اور اس سے جانی اور مالی نقصانات بھی ہو رہے ہیں۔ جو لوگ قواعد اور پابندیوں کی پرواہ کرتے ہیں وہ بحفاظت منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن جن کی انا ان کو قابو سے باہر لے جاتی ہے وہ حادثات کا شکار ہوتے ہیں۔ لیکن کیا حادثات سے گھبرا کر ٹریفک کو محفوظ بنانے کے لئے انسانی کوشش رُک جانی چاہیے؟ دین کی نصیحت کا عمل بھی جاری اور ساری ہے۔ جمعہ میں خطبہ ثانی بھی ایک اہم یاددہانی ہے جو ہر ہفتہ دہرائی جاتی ہے۔ اس میں قرآن مجید کی ایک آیت کے علاوہ دیگر مسنون الفاظ ہیں۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

اللہ کے بندو! اللہ تمہیں عدل، احسان اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ (اللہ) تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔''

''اللہ کو یاد رکھو۔ اللہ تمہیں یاد رکھے گا۔ اس کو پکارو، وہ تمہاری دعاؤں کو سنے گا اور قبول کرے گا۔ اور اللہ کا ذکر ہی بڑی عظمت کی بات ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

کیا اس یاددہانی کے الفاظ انسانی معاشرے میں بلند اخلاقی اور برائی سے پاک رہنے کے لئے ایک جامع پروگرام کا خاکہ پیش نہیں کرتی۔ اس کی تلاوت کرتے رہیے اور اس کے ہر الفاظ پر غور کریں۔ اللہ ہمارا مالک اور خالق ہے اور ہماری توجہ اس یاددہانی کی طرف دلا رہا ہے۔ اس سے اپنی روزمرہ کی زندگی میں رہنمائی حاصل کریں۔ اپنی زندگی کو بامقصد بنائیں اور اللہ کے حسین تحفہ زندگی کے ہر لمحہ کو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے فائدہ منداور خوشی کا ذریعہ بنا دیں۔

نماز کی فرضیت،اہمیت،فضیلت،مکرمت اورفوائد

احمدفراز (ملتان)

نماز ارکان اسلام میں سے دوسرا رُکن ہے۔(اسلام کے بنیادی اعمال جن پراسلام کی عمارت قائم ہوتی ہےارکان اسلام کہلاتے ہیں)

خاتم الانبیاء حضرت محمدﷺ نے ارشادفرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے۔اس شہادت پر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یقیناً حضرت محمد مصطفیٰﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اوراس کے رسول ہیں اورنماز قائم کرنے پراورزکوٰۃ دینے پراورحج کرنے پراوررمضان المبارک کے روزے رکھنے پر۔

اس وقت ہم نماز کی فرضیت،اہمیت،فضیلت،مکرمت اوراس کے فضائل وفوائد پر کچھ عرض کریں گے۔اسلام میں صلوٰۃ یانماز سے مُرادوہ عبادت ہے جو رسول کریمﷺ نے اپنے عمل سے مخصوص ہیت کے ساتھ سکھائی اورمسلمانوں کے متواترعمل کے ساتھ ہم تک پہنچی۔

کہاجاتا ہے کہ صلوٰۃ کالفظ''صلی''سے مشتق ہےاوروہ آگ ہے چنانچہ جب کسی ٹیڑھی لکڑی کوسیدھا کرنا چاہتے ہیں تواس کوآگ دکھاتے ہیں(آگ کے قریب لے جاتے ہیں اوروہ اس کی تپش سے سیدھی ہوجاتی ہے۔اس طرح انسان میں اس کےنفس کے سبب سے کجی ہے جو بُرائی کا حکم دیتا ہےاورذات الٰہی کے انوارایسے ہیں کہ اگراس پرسے پردے ہٹادیئے جائیں جوچیزیں بھی وہاں ہوں گی اس کوجلاڈالیں گی۔جب مومن سطوت الٰہی اورعظمت ربانی کے شعلے سے سینک جاتا ہے تواس سے نفس کی کجی دور ہوتی ہے بلکہ اس کودولت معراج حاصل ہوجاتی ہے۔پس مصلی بھی اسی طرح ہوا جیسے کوئی آگ سے سینکتا ہے لہذا جس شخص نے صلوٰۃ کی آگ سے سینک پائی اوراس کے سبب سے اس کی کجی دورہوگئی توایسا شخص جہنم کی آگ سے بچا رہے گا۔

تمام انبیاءکرام نے اپنی امتوں کونماز پڑھنے کا حکم دیا۔قرآن وحدیث میں اس فریضہ کی بجاآوری پربہت زوردیا گیا۔ارشادباری تعالیٰ ہے''نماز قائم کرواور مشرکوں میں سے نہ ہو''(روم:۳۰:۳۱)

یہ آیت ظاہرکرتی ہے کہ نمازادانہ کرناایک قسم کا شرک ہے۔دوسری جگہ ارشادباری تعالیٰ ہے۔مومن وہ ہیں ہیں جوغیب پرایمان لاتے ہیں اورنماز قائم کرتے ہیں۔(البقرہ:۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اورنماز لازم وملزوم ہیں۔قرآن کریم میں کہ قیامت کے دن اہل دوزخ سے فرشتے پوچھیں گے تمھیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالاتووہ جواب دیں گے''ہم نمازنہیں پڑھتے تھے''(مدثر۴۲:۴۳)

رسول کریمﷺ نے ارشادفرمایا''نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''آپﷺ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جن دوباتوں کی تاکیدفرمائی اُن میں ایک نماز ہے۔

نماز خداتعالیٰ کے قرب کابڑاذریعہ ہے۔اگروہ شرائط وآداب کے ساتھ ادا کی جائے تووہ دل میں محبت الٰہی کی آگ پیدا کرتی ہے۔اورمحبت الٰہی کی یہ آگ انسان کوگناہوں سے پاک وصاف کردیتی ہے۔نمازانفرادی واجتماعی ترقی کے دروازے کھولتی ہے۔اس لئے قرآنِ مجید نے نماز کوفلاح وکامرانی کا ذریعہ قراردیا ہے۔ارشادباری تعالیٰ کا ترجمہ ہے''مومن یقیناً فلاح پانے والے ہیں جواپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں۔''(مومنون۔۱:۲)

فلاح کاتعلق دنیااورآخرت دونوں سے ہے۔لہذانماز دنیوی اوراخروی دونوں قسم کی ترقیات کی ضامن ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں بانٹ دیا ہے چنانچہ جب بندہ کہتا ہے الحمد اللہ رب العالمین تو اللہ فرماتا ہے''میرے بندے نے میری حمد کی اور جب وہ کہتا ہے مالک یوم الدین تو حق اللہ فرماتا ہے کہ بندے نے سب کام میرے سپرد کر دیئے ہیں اور جب وہ کہتا ہے ایاك نعبد وایاك نستعین تو اس وقت معبود برحق فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان معاملہ ہے جب وہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتا ہے تو خداوند فرماتا ہے یہ سب میرے بندے کے لئے ہے اور جو کچھ اس نے طلب کیا ہے وہ پورا ہوگا۔ پس نماز میرے اور اس کے درمیان ایک پیوند اور تعلق ہے۔

نماز اور خضوع وخشوع

چونکہ نماز خداوند تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق کو استوار کرتی ہے اس لئے بندے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس تعلق میں خضوع وخشوع کا اظہار کرے تا کہ اس کا جذبہ بندگی پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا دبدبہ اور سطوت قائم رہے۔ منقول ہے کہ جب کسی چیز پر تجلیات الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو وہ شے اللہ کے حضور خشوع وخضوع کرتی ہے اور جو شخص نماز میں واصل بحق ہوا سکے لئے افق جمال سے تجلی نمودار ہوتی ہے تو وہ خشوع وخضوع کرتا ہے اور نجات انہی لوگوں کے لئے ہے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ اگر دل میں خشوع کا زوال ہوگا تو فلاح کا زوال بھی ہوگا۔ اللہ کا ارشاد ہے:

''تم میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو''

پس جب نماز ذکر خداوندی کے لئے ہوگئی تو اس میں لہو ونسیان کا کس طرح گزر ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم نشہ میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو''(البقرہ:44)

یعنی جسے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے وہ کس طرح ذکر الٰہی کر سکتا ہے یعنی ایک متوالا اور مدہوش کچھ کہتا ہے اور عقل موجود نہیں ہے اور ایک غافل نماز پڑھ رہا ہے کہ اس میں بھی اس کی عقل حاضر نہیں ہے تو وہ دونوں ایک ہوئے۔

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز میں پڑھتے ہوئے اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور دائیں بائیں بھی دیکھتے تھے پھر جب یہ آیت نازل ہوئی۔

''وہ جو اپنی نماز میں خضوع وخشوع کرتے ہیں''(المومنون:2)

تو ان حضرات نے اپنی نگاہیں اور اپنے منہ اس طرح نیچے کر لیے جس طرح سجدہ کرتے تھے اور اس کے بعد ان کے بارے میں پھر کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ آسمان کی طرف یا ادھر اُدھر نظر کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اللہ کے سامنے ہوتا ہے پس جب وہ کسی طرف کو ملتفت ہوتا ہے یا کسی طرف توجہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے ابن آدم! کیا وہ تیرے لیے مجھ سے بہتر ہے جس کی طرف تو دیکھ رہا ہے میری طرف منہ کر میں تیرے حق میں بہتر ہوں اس شخص سے جس کی طرف تو نے توجہ کی''

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس شخص کے دل میں خشوع وخضوع ہوتا تو اس کے اعضاء جوارح بھی خشوع وخضوع کرتے اس نمازی کے دل میں خضوع نہیں ہے۔

اس لئے حضور علیہ السلام نے تاکید فرمائی ہے کہ:

''تم جس وقت نماز پڑھو تو اس طرح پڑھو جس طرح ایک رخصت ہونے والا نماز پڑھتا ہے کیونکہ نمازی اللہ تعالیٰ کی جانب دل سے رواں دواں ہے یعنی اس وقت اپنی خواہشوں اپنی نماز اور اس کی تمام چیزوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔''

صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں اور نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے تمام

اعضاء اور جوارح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔اس کے تمام اعضاء زبان بن جاتے ہیں جن کے ساتھ بندہ ظاہر و باطن میں اس کو پکارتا ہے، اس کی ظاہری حالت بھی گریہ زاری اور خضوع میں اور نیاز مند سائلوں کی طرح گڑگڑا کر مانگنے میں اپنے باطن کی شریک ہے پس جب وہ سراپا دعا بن کر رب جلیل کو پکارے گا تو وہ اپنے بندے کی دعاؤں کو ضرور سنے گا۔

ارشاد ربانی ہے: ادعونی استجبلکم

''تم مجھے پکارو میں ضرور تمہاری دُعا قبول کروں گا''

حضرت خالد الربعی نے فرمایا کہ مجھے مذکورہ بالا آیت بہت پسند ہے کیونکہ اس میں بندوں کو دعا کرنے کا حکم دے کر اس نے اس کے قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے اور اس کے ساتھ کوئی شرط نہیں رکھی۔

استجابت اور اجابت کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ بندے کی دعا اثر کرے کیونکہ وہ مخلص دعا مانگنے والے کی دعا تمام حجابات کو پھاڑتی ہوئی اللہ کے حضور میں پہنچتی ہے اور اس کی ضرورت کا تقاضا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سورۃ الفاتحہ کے نزول کے ساتھ مخصوص کر کے خصوصی احسان فرمایا ہے کیونکہ اس میں ثنا کو دُعا پر مقدم رکھا گیا ہے تا کہ ثناء کے بعد جو دعا کی جائے وہ جلد قبول ہو جائے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ کے ذریعے اپنے بندوں کو مانگنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے اور سورۃ الفاتحہ کو سبع مثانی (سات دہرائی ہوئی آیات) بھی کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔''اور ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا فرمایا''

بعض محققین فرماتے ہیں کہ سورۃ الفاتحہ کا نام سبع مثانی اس لئے رکھا گیا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مرتبہ نازل ہوئی۔ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔جتنی مرتبہ بھی نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں دوہرہ سی فہم و مدعا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مرتبہ بھی اس کی روایت فرماتے ایک نیا مفہوم ہی منکشف ہوتا تھا۔اور یہی حال آپ کی امت کے ان نمازیوں کا ہے کہ اس سورت سے ان پر عجیب عجیب اسرار منکشف ہوتے ہیں ہر بار ان کے معانی کے دریا سے نئے موتی ان کے ہاتھ آتے ہیں۔بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس سورۃ کا نام مثانی اس واسطے رکھا گیا کہ دوسرے رسولوں کو عطا نہیں کی گئی اور یہ سات آیات ہیں۔

نماز میں جھولنا اور جھکنا

اُم رواماںؒ کہتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے نماز میں جھکتے ہوئے دیکھا تو مجھے بہت جھڑکا، قریب تھا کہ میری نماز ٹوٹ جائے۔پھر آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو چاہیے کہ اس کے ہاتھ پاؤں یہودیوں کی طرح خم نہ ہوں، بے شک ہاتھ پاؤں کے سکون ہی نماز کا اہتمام و تکملہ ہوتا ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خشوع نفاق سے پناہ مانگو (منافقانہ طرز پر خشوع نہ کرو)

آپ سے دریافت کیا گیا کہ خشوع نفاق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بدن کا خشوع اور دل کا نفاق! جسم کا جھکنا اور جھومنا لیکن حضور قلب نہ ہونا۔

یہودیوں کے نماز میں جھومنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی باطنی کوتاہیوں کی بنا پر ان کی ظاہری حالت اور ظاہری معاملات پر بہت زور دیتے تھے، ان کے یہاں ظاہری کاموں کو زیادہ اہمیت تھی۔چنانچہ ان پر وحی نازل ہوئی تھی کہ وہ تورات کو سونے سے مزین اور آراستہ کریں۔اس موقع پر میری سمجھ میں اس کی یہ توجیہ آتی ہے کہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عبادات کے وقت واردات روحانی کا نزول ہوتا تھا اور اس سے ان کے باطن میں احتراز کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی جس طرح پرسکون سمندر میں ہوا کی لہروں سے تلاطم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

خشوع کی اور توجیہہ

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بارگاہ الٰہی کے نظارے کے لئے روح بلند ہونے کا ارادہ کرتی ہے اس وقت چونکہ روح کے ساتھ قلب کا گہرا تعلق ہوتا ہے اس لئے روح کے ساتھ ساتھ جسم بھی جنبش میں آ جاتا ہے۔

یہودیوں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ حالت دیکھی تو باطنی رمز کو سمجھے بغیر وہ بھی جھومنے لگے! ان کی اس حالت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس طرح بنی اسرائیل کے دل سے خدا کی عظمت دور ہوگئی یعنی ان کے جسم تو اس کی گواہی دے رہے تھے لیکن دل سے وہ عظمت و احترام غائب تھا''

ایسے شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جس کا دل غافل ہو ایسے شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جس کا قلب خداوند بزرگ و برتر کو اس طرح تسلیم نہ کرے۔ جس طرح اسکے دل نے تسلیم کیا ہے۔ اگر اس کا دل غافل ہے اور وہ ہمیشہ نماز میں مشغول رہتا ہو تو اس کے نامہ اعمال میں اس کا حصہ بھی نہیں لکھا جائے گا۔

سہیل ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ تکمیل فرائض کے لئے انسان سنت ہائے مئوکدہ کا محتاج ہے اور سنن کی تکمیل نوافل سے ہوتی ہے اور تکمیل نوافل کے لئے آداب سے آگاہی ضروری ہے اور ترک دنیا بھی ان آداب میں سے ایک ادب ہے۔

حضرت شیخ سہیل ابن عبداللہ کا یہ فرمان کہ حضرت عمرؓ کے اس ارشاد اور مفہوم کی وضاحت کرتا ہے کہ ایک دن آپ نے برسر منبر فرمایا کہ وہ آدمی اسلام میں رہ کر اپنے بال سفید کرتا ہے اور حالت اس کی یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نماز کی تکمیل نہیں کر سکا۔

لوگوں نے دریافت کیا کہ ایسا کیونکر ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''کہ وہ نماز تو پڑھتا ہے لیکن نماز میں اللہ تعالیٰ کے لئے جو خشوع و خضوع ہونا چاہیے وہ اس کی نماز میں نہیں ہوتا اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

نمازی کو چاہیے کہ فرائض کے علاوہ دوسری نمازوں (سنتوں اور نفلوں) میں رکوع میں دیر کرے اور رکوع کی لذت سے بہرہ اندوز ہو جتنی دیر تک ممکن ہو رکوع سے سر نہ اٹھائے۔

اگر بتقاضائے بشریت تھکان اور درماندگی اس حالت میں پیدا ہو تو استغفار کرے اور رکوع کی ہیت کو برقرار رکھے اور کوشش کرے کہ لذت رکوع اسے حاصل ہو جائے تا کہ اس کے قلب کو بھی اس کے قالب کی طرح یہ ہیت میسر آ جائے یعنی دل میں بھی رکوع کی ہیت کے رنگ میں رنگ جائے۔

اگر ایسا ہوتا ہے کہ بعض ایسے نمازیوں کو جو مخلصانہ رکوع کرتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ رکوع یا سجدے سے اُٹھ کر حقیقی رکوع یا سجدے کا حق ادا نہیں کر رہا ہے تو اس وقت اس کی تمام تر توجہ اس طرف ہونا چاہیے کہ وہ حالت رکوع میں مستغرق رہے اور دوسری ہیئت میں آنے کے لئے عجلت نہ کرے اس طرح اسکو ہر ہیئت میں مزید حظ حاصل ہوگا۔

عجلت جو فطرت کا تقاضاء ہے اس فتوع غیبی کے دروازے کو بند کر دیتی ہے ایسا شخص نسیم فیاض کے جھونکوں کے مقابل اس وقت تک مقیم رہتا ہے جب تک وہ مکمل طور پر فیض یاب اور فائز المرام ہو جائے جب اس موانست و قرب سے اس کے آثار وجود ہٹ جائیں گے تو وہ مقام وصال تک پہنچ جائے گا۔

نماز کے فوائد و ثمرات

1۔ **اخلاق حسنہ:** نماز انسان کے اخلاق سنوارنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ قرآن میں ہے۔

''نماز بے شک بُرائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔''

2۔ **فرض شناسی:** نماز انسان کو فرض شناسی اور احسن طریقے سے کام سرانجام دینے کا سبق دیتی ہے، جس طرح سپاہیوں میں فرض شناسی پیدا کرنے کے لیے دن رات میں کئی بار بگل بجا کر مقررہ جگہ پر اکٹھا کیا جاتا ہے۔ ایک کوتاہ نظر اور سطح بین شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اجتماعی قواعد کا جنگ سے کیا تعلق؟ لیکن تجربہ اور مشاہدہ نے یہ بات پایہ یقین تک پہنچا دی ہے کہ سپاہیوں کی اجتماعی پریڈ لڑائی کی تیاری کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو دن میں پانچ دفعہ مسجد میں آنے کے لیے اذان دی جاتی ہے اور وہ تمام کام چھوڑ کر اللہ

کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ کے حضور پانچ دفعہ حاضری انسان کے اندر فرض شناسی کا جزبہ پیدا کرتی ہے۔

3۔ ضبط نفس: نماز میں اوقات کی پابندی، طہارت کی قید، جسمانی حرکات، خاص دعاؤں اور تسبیحات کا پڑھنا، امام کے ہر فعل کی پوری پوری اطاعت کرنا۔ یہ سب امور انسان کو ضبط نفس کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ سب پابندیاں اور قیود انسان کی اپنی رائے اور خواہشات کو دفن کر دیتی ہیں۔

4۔ وقت کی پابندی: نماز کے اوقات مقرر ہیں، جن میں نماز ادا کرنا فرض ہے۔ اوقات کا تعین انسان کو پابندی وقت کا عادی بنا دیتا ہے۔ترجمہ ''نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔''

(النساء۴:۱۰۳)

5۔ صحت: ضابطہ نماز میں انسان کے حفظان صحت کے اصول مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ نماز پڑھنے سے پہلے جسم اور اعضاء کا پاک وصاف کرنا ضروری ہے۔ جو انسان کی صحت کے لیے ضروری ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔ ترجمہ''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی سے دور رہ۔(مدثر ۷۴:۴)

اسی طرح علی الصبح اٹھنا بھی ضروری ہے۔ نماز فجر اس اصول کو نہایت خوبی سے پورا کرتی ہے۔صبح کو موذن کی پرتاثیر آواز اَلصلوٰۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوم ۔ نماز سونے سے بہتر ہے، بندے کو بےتابانہ نیند کے بستر سے اٹھا دیتی ہے۔

6۔ قوت عملیہ کو کام میں لانا: نماز انسان کے لیے قوت عملیہ کو کام میں لانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ:''انسان کے لیے کچھ نہیں، مگر وہی جس کے لیے وہ کوشش کرے۔

(نجم ۵۳:۳۹)

اسلامی نماز انسان کی قوت عملیہ کو جلا بخشنے اور حرکت میں لانے کا بہترین سبب ہے۔ سستی اور کاہلی کو نماز کے آداب وشرائط کے منافی قرار دیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے ترجمہ:''منافق لوگ نماز میں سستی اور کاہلی کی حالت میں آتے ہیں۔''(توبہ۹:۴۵)

7۔ کام میں دوام اختیار کرنا: نماز مسلمان کو کام میں دوام اور ہمیشگی اختیار کرنے کا سبق دیتی ہے۔ قرآن مجید میں نماز کی ایک شرط یہ بیان کی ہے کہ ترجمہ:''جو اپنی نمازوں کو مداومت سے ادا کرتے ہیں۔''

(معارج ۷۰:۲۳)

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے خواہ وہ کم ہی ہو۔''

8۔ منشیات سے پرہیز: منشیات انسان کی ذہنی، جسمانی اور روحانی ترقی کے لیے زبردست روگ ہیں۔ نماز ادا کرنے والے کو نشہ آور چیزوں کے استعمال سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے ترجمہ:''نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔''(البقرہ:۴۴)

9۔ تعمیل احکام الٰہی کا احساس: اللہ تعالیٰ کے سامنے بندہ پانچ بار مسجد میں حاضر ہوتا ہے تو اس کا یہ احساس تازہ اور زندہ رہتا ہے کہ اللہ حاکم اور وہ محکوم، اللہ معبود ہے اور وہ عابد، اللہ خالق ہے اور وہ مخلوق ہے۔ محکومی اور معبودیت کا احساس ایک مسلمان کی طبیعت میں رچ بس جاتا ہے۔ اس احساس کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ احکام الٰہی کی تعمیل پر کمربستہ رہتا ہے۔

10۔ تعلق باللہ اور ذکر الٰہی: نماز کا سب سے بڑا فائدہ اللہ سے تعلق کا قائم ہونا اور اس کے ذکر کا موقع فراہم ہونا ہے۔ نماز کے ذریعے جب اللہ سے تعلق پیدا ہوتا ہے تو انسان کے دل کی مردگی زندگی میں بدل جاتی ہے اور انسان اپنے مقصد حیات کو پورا کرنے کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کو پڑھنے اور صحیح معنی میں اس کی ادائیگی اور اس کے فوائد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں سرگرمیاں

رپورٹ ماہ جنوری فروری 2018ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

برلین پولیس کے سربراہ سے ملاقات

26 جنوری۔ برلین پولیس کے سربراہ نے سالانہ میٹنگ بلائی جس میں امام مسجد برلین کو بھی بلایا گیا۔ اس میں برلین میں رہنے والے مختلف ملکوں اور طبقوں کے رہنے والے لوگوں میں ہم آہنگی پر گفتگو ہوئی اور اس سلسلہ میں برلین مسجد کے کردار کو سراہا گیا۔ اس اجلاس میں دیگر سماجی اور مذہبی گروہوں کے لوگوں نے شرکت کی۔

یورپ کے سٹیٹ سیکرٹری کی مسجد میں آمد

26 جنوری۔ یورپ کے سٹیٹ سیکرٹری جناب گیری گروپ مسجد تشریف لائے اور تقریباً ایک گھنٹہ تک مسجد کی تاریخ اور اس کی سرگرمیوں کے متعلق گفتگو ہوئی۔ یہ صاحب یورپ میں ورثہ اور تمدن کے معاملات کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ برلین مسجد کی مرمت اور تزئین کا جو تعمیراتی کمپنی کام کر رہی ہے وہ بھی گروپر صاحب سے ملی اور اب تک جو مرمت کا کام ہوا ہے اس کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ انہوں نے حضرت مولانا صدرالدین صاحب مرحوم و مغفور کے قرآن مجید کے ترجمہ کے بارے میں کافی دلچسپی کا اظہار کیا۔ انہوں نے اب تک مسجد کا جو مرمت اور تزئین کا کام ہو چکا ہے اس کا معائنہ کیا اور اس بارے میں اطمینان کا اظہار کیا۔ عامر عزیز صاحب کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سلینہ عزیز جو حال ہی میں اپنے والد کے ساتھ برلین گئی ہیں۔ انہوں نے گروپ صاحب کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور قرآن مجید کا ترجمہ از حضرت مولانا محمد علی صاحب کی ایک کاپی اُن کو پیش کی۔ جس کا انہوں نے شکریہ ادا کیا۔

بین المذاہب چیریٹی موسیقی شو میں امام کی شرکت

27 جنوری۔ ''تمام مذاہب کے لئے ایک رات'' کی سالانہ تقریب کے ڈائریکٹر نے فلاحی کاموں کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کی غرض سے ایک موسیقی کے پروگرام کا اہتمام کیا۔ تمام مذاہب کی تنظیموں کے نمائندوں نے اس میں شرکت کی۔ ''مذاہب کے لئے ایک رات'' کی سالانہ تقریب کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کی اس مہم میں سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

جناب پیٹرک بتھیگ صاحب کا قبول اسلام

یکم فروری۔ جناب پیٹرک بتھیگ صاحب نے کلمہ شہادت پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ انہوں نے پہلی دفعہ امام صاحب کے ساتھ نماز ادا کی۔ ان کو تحریک احمدیت کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا گیا اور ان کو جرمن ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی تحفتہً پیش کی گئی۔

سائیٹولوجی چرچ کی ورکشاپ میں شمولیت

3 فروری۔ امام مسجد برلین عامر عزیز صاحب اور ان کی بیٹی سلینہ عزیز نے ''انٹرنیشنل انٹرفیتھ ہم آہنگی کے ہفتہ'' کی تقریب میں شرکت کی۔ امام صاحب نے بین المذاہب تعلقات اور ایک دوسرے کے لئے رفاحی کاموں کے متعلق قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اکرم صلعم کے عمل کا ذکر کیا۔

13 فروری۔ چرچ آف سینٹولوجی کے انٹرنیشنل سینٹر، امریکہ کے لئے امام مسجد برلین نے اسلام کے مقاصد اور تعلیمات کے بارے میں امام مسجد برلین محترم عامر عزیز صاحب نے ایک انٹرویو ریکارڈ کروایا۔ اس میں زیادہ تر

گفتگو انسانی حقوق کے بارے میں ہوئی اور یہ کہ کس طرح دنیا میں مظلوم طبقہ کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔

برلین کے ایونجلش پرائمری سکول کے طلباء کی مسجد میں آمد

15 فروری۔ برلین کے ایک پرائمری سکول کے طلباء اپنے استاد کے ہمراہ مسجد آئے۔ ان کو اسلام میں مسجد کی اہمیت کے بارے میں بتایا گیا۔ بچوں نے اسلام اور مسجد میں عبادات کے بارے میں سوالات کیے۔ سکول کی لائبریری کے لئے قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی کاپی پیش کی گئی۔

قادیانی جماعت کے دو گروپ کی مسجد میں آمد

16 فروری۔ قادیانی جماعت کے احباب کے دو گروپ مختلف اوقات میں برلین مسجد تشریف لائے۔ ان کو مسجد کی تاریخ اور سرگرمیوں کے بارے میں بتایا گیا۔ پھر تحریک میں اختلاف اور لاہور انجمن کے مقاصد اور کام کے بارے میں تفصیل سے گفتگو ہوئی۔

ڈاکٹر گارڈین یونکر کا مسجد کے ریکارڈ کی حفاظت کا کام

ہماری نہایت قابل اور مخلص دوست اور مصنف ڈاکٹر گارڈین یونکر جو تقریباً ایک سال سے زائد عرصہ ہوا مسجد کے بارے میں پرانے دستاویزات اور تصاویر کو محفوظ کرنے کے کام میں نہایت تندہی سے مصروف ہیں۔ وہ فروری کے ماہ میں دو دفعہ تشریف لائیں اور اس اہم کام کو جاری رکھا اور اس بارے میں آئندہ کے پروگرام کے بارے میں تبادلہ خیالات کیا۔ امید ہے کہ وہ جلد اس سارے مواد کو یکجا صورت میں مرتب کرنے کا کام شروع کر دے گی۔

فوٹوگرافر اور مسجد کے مخلص دوست کرسچن فیصل کی آمد

جیسا کہ اس سے پہلے اطلاع دی جا چکی ہے کہ مسجد کی مرمت اور تزئین کے جاری تیسرے مرحلے کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ برادرم فیصل صاحب نے اس مرحلہ کی تصاویر لیں جو عنقریب احباب تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی تاکہ احباب کو مسجد کی موجودہ مرمت کے کام کی نوعیت کا پتہ لگ سکے۔

درخواست دُعا

درج ذیل احباب جماعت مختلف عوارضِ جسمانی میں مبتلا ہیں۔ مرکز میں ان کے لئے تمام نمازوں میں دعا کی جارہی ہے۔ تمام قارئین ''پیغام صلح'' سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اجتماعی اور انفرادی دعاؤں میں ان احباب کے نام شامل رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

محترم ماسٹر عبدالسلام صاحب (لاہور)

محترم صاحبزادہ ظہور احمد صاحب (پشاور)

والدہ صاحبہ طاہر صادق و نجیب صادق (راولپنڈی)

محترم صاحبزادہ سید لطیف صاحب (پشاور)

محترم ملک ناصر احمد صاحب (سانگلہ ہل)

فرزند اکبر محترمہ رشیدہ ظفر صاحبہ (اسلام آباد)

وفات حسرت آیات

ممتاز احمد باجوہ صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ یہ ایک باہمت اور مخلص احمدی تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے کئی انگریزی کتابچوں کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ جب تک صحت رہی وہ شاہدرہ سے نماز جمعہ میں باقاعدگی سے شریک ہوتے رہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی دینی مساعی اور اعمال صالحہ کو اپنے ہاں قبول و منظور فرمائے۔ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

ھمارے عقائد

ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب

۱۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

۲۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبینؐ مانتے ہیں اور بالفاظ بانی سلسلہ: ''اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجنابؐ کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا''۔ (نشان آسمانی ص ۲۸)

''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۳۳۳)

''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی''۔

(مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم ص ۳۳۳)

''ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں''۔

۳۔ ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں اور نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ ''ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے''۔

۵۔ ہم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کو اسلام کے ان ارکان سے مانتے ہیں جن پر دین کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

۶۔ ہم تمام انبیاء اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لاتے ہیں۔

۷۔ ہم تمام صحابہ کرام، تمام ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۸۔ ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ ''جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنا ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے''۔

۹۔ ہم سب ارشاد بانی سلسلہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہیں غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحہ کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض سمجھتے ہیں۔